رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن امۃ یدعون الی الخیر یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ولیس لہم الفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان قادیان

مرتبہ

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

تمام خط وکتابت بنام مینیجر

قیمت بہر حال پیشگی

جلد ۱۶ | بابت ماہ فروری ۱۹۲۱ء مطابق جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ | نمبر ۲

فہرست مضامین

بسورقہ رثہ چنیوٹ	مابین مولانا غلام رسول صاحب فاضل راجیکی مولوی ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی	۱-۳۲
شیعہ مجتہدین وفات مسیح کا اقرار کرتے ہیں۔ مرزا کبیر الدین احمد صاحب مکتوب		۳۳/۳۴
قلب کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کا مکتوب		۳۵/۴۰

باہتمام شیخ عبد الرحمن قادیانی پرنٹر مطبع (ضیاء الاسلام) قادیان دار الامان میں چھپا اور چودھری عبد السلام پبلشر نے شائع کیا

قیمت سالانہ عوام سے عہ

غیر ممالک سے ۲ طلباء سے عہ

جلد ۱۶

فروری سنہ ۱۹۲۱ء تشحیذ الاذہان

ماہ فروری کا رسالہ

۱۔ یہ رسالہ اکثر احباب کی خدمت میں بذریعہ وی پی ارسال کیا گیا ہے۔ امید ہے وصول فرما کر ہمارے کام میں سہولیت بہم پہنچائینگے اور اپنا فرض ادا کرینگے ؛

۲۔ **صادقوں کی روشنی** جس میں الوصیت کے علاوہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر جو اعتراضات تھے ان کا جواب حضرت خلیفہ ثانی کے قلم سے ہے عنقریب مل سکتی ہے (ب) شیعہ کتب کی بناء پر امام آخر الزمان کی صداقت کا ثبوت ۸ر پر منگا لیجئے اور (ج) حضرت خلیفہ اولؓ کے درس رمضان کے نوٹوں کا مجموعہ اب ایک روپیہ پر ملے گا ؛

۳۔ دوستوں کو چاہیئے کہ اسلام کے اصولی عقائد اللہ تعالیٰ۔ ملائکہ۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ خدا کے بچے رسول ہیں۔ قرآن کریم الہامی کامل کتاب ہے۔ قرآن مجید کے بعد الہام کا سلسلہ جاری ہے قیامت کا ثبوت) پر جو دلائل قرآن مجید نے دیئے ہیں وہ خود بھی اپنے ذہنوں پر محفوظ کریں اور بچوں کو یاد کرائیں۔ اسکے لئے بہترین اور واحد کتاب براہین العقائد ہے جو ۸ر پر احمدیہ کتاب گھر، قادیان سے مل سکتی ہے ؛

۴۔ ۱۷۔ جنوری کے اخبار نور میں پروفیسر رام دیو کے اس حملہ کا جواب لگا جو صاحب موصوف نے اپنے جلسہ میں اسلام پر کیا۔

خواجہ [redacted] دار محمد یوسف صاحب نے معترض کو اپنا گھر دکھایا ہے کہ شیش محل میں بیٹھ کر دوسروں پر پتھر پھینکنے ٹھیک نہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ گھر تک پہنچا دیا ہے۔ یہ مضمون نہایت مکمل و جامع ہے اور جس محنت سے لکھا گیا ہے اور پڑھنے سے معلوم ہو سکتی ہے۔ خود آریوں کی کتب اور انہی کے معتبر بزرگوں کے اقوال سے وہ عقائد و خیالات دکھا دیئے ہیں جو اسلام میں پروفیسر صاحب کو موجب اعتراض نظر آئے۔ احباب اس اخبار کی متعدد کاپیاں ۲ر فی کاپی کے حساب سے منگوا کر اپنے اپنے حلقہ اثر میں تقسیم کریں ؛

تصحیح بعض صفحات رسالہ ہذا پر جنوری چھپ گیا ہے ناظرین فروری بنالیں ؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۲۱ء

مباحثہ چنیوٹ

پہلا دن حیات وممات مسیح پر

مولوی ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی کے ساتھ ۱۷ و ۱۸ نومبر سنہ ۱۹۲۰ء بدھ و جمعرات مباحثہ قرار پایا اور قریباً ۹ بجہ سے لے کر ۱۲ بجہ تک وقت مباحثہ تجویز کیا گیا اور پہلے روز بحث مسئلہ حیات و وفات اور دوسرے روز صداقت دعویٰ حضرت مرزا صاحب پر۔ پہلی تقریر کے لئے وقت آدھ آدھ گھنٹہ اور بعد میں دس دس منٹ۔ پہلی بحث میں مدعی مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی اور دوسری میں مولوی غلام رسول مسیح ب راجیکے۔ چنانچہ ۱۷ نومبر مسجد شاہی میں دونو فریق احمدی اور غیر احمدی جمع ہو گئے اور حسب شرائط مولوی ابراہیم صاحب حیات مسیح کے اثبات کے لیے بحیثیت مدعی کھڑے اور پہلے اٹھتے ہی العلم پھچھڑہ سا لغو فقرہ زبان سے بولا پھر اسکے بعد حیات مسیح

غیر احمدی مناظر نے حیات مسیح کا کیا ثبوت دیا } ثبوت میں حدیث یُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ والی پڑھ کر سنائی کہ چونکہ اس حدیث میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ مسیح میری مقبرہ میں

ابوبکر و عمرؓ کے درمیان دفن کیا جاے گا اور مرزا صاحب وہاں دفن نہیں ہوے پس عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور وہیں اگر جب فوت ہوں گے تو حسب ارشاد نبوی آنحضرت کے مقبرہ میں درمیان ابوبکر و عمر دفن ہوں گے۔

اسکے بعد مولوی ابراہیم صاحب نے آیت وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ کو بل رَّفَعَهُ اللّٰهُ تک پڑھا اور پھر اسکے بعد ویوم القیامۃ یکون علیہم شہیدا تک پڑھ کر اپنی تلاوت کو ختم کیا اور بل رفعہ اللہ کے فقرہ کو اسبات کے ثبوت میں بڑے زور کے ساتھ پیش کیا کہ چونکہ یہودی حضرت عیسیٰ کی نسبت غلط طور پر کہتے تھے ہمنے مسیح کو قتل کر دیا۔ اور قتل کا تعلق جسم کے ساتھ ہے نہ روح کے ساتھ اسلیے اللہ تعالیٰ کا جواب میں ماقتلوہ یقینا کہکر بل رفعہ اللہ کہنا اس بات کا ثبوت ہے کہ جب انہوں نے یقینا قتل نہیں کیا اور بجاے قتل کے خدا تعالیٰ نے مسیح کو قتل سے محفوظ رکھ کر اپنی طرف اٹھالیا تو یہ اٹھانا معہ جسم تھا اسلیے کہ بل کا حرف اضراب یہ ہے جو ابطال ماقبل کے لیے آتا ہے اور اسکا مابعد پہلے جملہ کے قائم مقام اسکی نقیض میں لایا جاتا ہے یعنی یہ کہ جب انہوں نے اُسے بلحاظ جسم کے قتل نہیں کیا اور خدا نے بجاے اسکے ایسے قتل کے اپنی طرف اٹھا لیا تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایسا اٹھانا معہ جسم کے ہی ہوگا۔ نہ بلا جسم۔ جس سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان پر معہ جسم اٹھاے گئے اور جب معہ جسم زندہ اٹھائے گئے تو اس سے یہ امر بھی بپایہ ثبوت پہنچ گیا کہ حضرت مسیح فوت نہیں ہوے بلکہ ابتک مع جسم آسمان پر زندہ ہیں۔ اسکے بعد مولوی ابراہیم صاحب یہ کہہ کر بیٹھ گئے کہ گو وقت میری پہلی تقریر کے لیے ۱۵ منٹ تھا لیکن آدھ گھنٹہ سے میں صرف سات منٹ ہی لیتا ہوں اسلیے کہ مسئلہ لیسے اسی قدر وقت کافی ہے۔

اہمدی مناظر کی طرف سے جواب الجواب اور وفات مسیح کے دلائل۔ (۲) اسکے بعد جواب کے لیے مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کھڑے ہوے اور آپ نے وفات مسیح کی ثبوت میں سورۂ مائدہ کی آخری آیات تلاوت کیں جب ثبوت دینے لگے تو مولوی ابراہیم صاحب نے کھڑے ہوکر شور ڈالدیا کہ تم وفات مسیح کا ثبوت کیوں دینے لگے۔ صرف میری

باتوں کا جواب دو اور وفات مسیح کے ثبوت کے لیے صرف ایک آیۃ پڑھو زیادہ آیات کی ضرورت نہیں۔ تب مولوی غلام رسول صاحب راجیکے نے کہا بہت اچھا آپ جس طرح پسند کرتے ہیں میں اسی طریق سے آپ کی باتوں کا جواب دیتا ہوں۔ اسکے بعد مولوی صاحب نے کہا کہ صاحبان! چونکہ مولوی ابراہیم صاحب میرے اس وقت میں صرف اپنی باتوں کا جواب مجھ سے طلب کرتے ہیں اسلیے میں پہلے آپ کی باتوں ہی کا جواب دینا شروع کرتا ہوں لیکن قبل اس کے جو میں جواب دوں یہ بات عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ مولوی صاحب نے جو العلم چھپڑہ کا فقرہ منہ سے نکالکر آپ صاحبان کو ہنسانا چاہا یہ انکی شان علم اور عالمانہ حیثیت کے خلاف ہونے سے ان کی ہتک کا موجب ہے۔ امید ہے کہ مولوی صاحب آئندہ ایسی لغو حرکت سے باز رہیں گے۔ پھر مولوی صاحب نے اپنی مدعا کو ثابت کرنے کے لیے پہلے حدیث کا ذکر کیا اور پیچھے قرآن کریم کی آیت کو پیش کیا ہے یہ بھی حفظ مراتب کے خلاف ہے چاہیئے تھا کہ آپ قرآن کو پیش کرتے پھر حدیث کو لیکن میں جواب دینے میں مولوی صاحب کی طرح بے ترتیبی اور بے قاعدگی کو پسند نہیں کرتا اسلیئے میں پہلے قرآن کی آیت پیش کردہ کا جواب دوں گا بعد میں حدیث کا۔

مولوی صاحب نے آیت وقولھم انا قتلنا الخ پڑھکر بل رفعہ اللہ بڑے زور سے حیات مسیح کے ثبوت میں پیش کیا ہے اور اس سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ حضرت مسیح اپنے جسم عنصری زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور اب تک زندہ آسمان پر ہی بیٹھے ہیں۔ اسکے جواب میں یہ عرض ہے کہ مولوی صاحب کا یہ استدلال قرآن کریم کی دوسری نصوص صریحہ اور احادیث صحیحہ کی رو سے غلط اور بالکل غلط ہے۔ اس طرح پر کہ قرآن کریم میں جب مسیح علیہ السلام کی وفات کا مسئلہ قریباً تیس آیات سے ثابت ہے تو پھر اسکے بعد مسیح کے لیے یہ تسلیم کرنا کہ مسیح آسمان پر زندہ اٹھائے گئے اور جسم عنصری کے ساتھ اب تک آسمان پر بیٹھے ہیں کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ پھر قرآن شریف میں اختلاف بھی نہیں بلکہ قرآن شریف اختلاف کو مٹاتا اور تنازعات کے درمیان کامل طور پر فیصلہ کرتا ہے۔ اس تھوڑے وقت میں میں ان سب آیات کو جو وفات مسیح کے لیئے اپنے اندر ثبوت رکھتی ہیں بیان نہیں

کرسکتا البتہ بطور مثال اور نمونہ کے ایک دو آیتیں پیش کرتا ہوں پہلی آیۃ سورۂ مائدہ کی
آخری رکوع کی ہے جو اذ قال اللہ یا عیسیٰ ءانت قلت للناس اتخذونی
وامی الٰھین الخ ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ
مسیح سے پوچھے گا کہ کیا تو نے لوگوں کو یہ تعلیم دی تھی کہ خدا تعالیٰ کے سوا تم مجھے اور میری ماں
کو معبود بناؤ تب مسیح جواب میں تسبیح اور تقدیس کے ساتھ اس بات سے انکار کریں گے
اور بالآخر بتائیں گے کہ کنتُ علیھم شھیدًا مادمتُ فیھم فلما توفیتنی
کنت انت الرقیب علیھم یعنی جب تک میں ان میں رہا ہوں تو انکی موحدانہ
حالتِ اعتقاد پر ہی نگران حال رہا۔ پھر جب تو نے مجھے وفات دیدی تو پھر بعد میری وفات
کے تو ہی ان پر نگران حال تھا۔ اس آیت میں اس بات کا فیصلہ کیا ہے کہ تثلیث کا
عقیدہ عیسائیوں میں حضرت مسیح کی وفات کے بعد پیدا ہوا ہے نہ حضرت مسیحؑ کی
زندگی میں۔ پس اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ حضرت مسیح زندہ ہیں اور وہی دوبارہ آئینگے اور
وہی صلیبیں توڑینگے تو ظاہر ہے کہ وہ یہ باطل عقیدہ بھی جو نصاریٰ میں موجود ہے مشاہدہ
کریں گے پھر اس علم کے ہوتے ہوئے کیا خدا کے حضور یہ بات بیان کرنا کہ قوم نصاریٰ
میں عقیدہ تثلیث میری وفات کے بعد پیدا ہوا ہے اور مجھے قطعًا اس کا علم نہیں کیا
جھوٹ اور کذب محض نہیں ہوگا۔ اور اگر ان کی لاعلمی کو تسلیم کیا جائے تو پھر لازمًا تسلیم
کرنا پڑے گا کہ آپ عقیدہ تثلیث کے پیدا ہونے سے پہلے ہی وفات پا چکے۔ اب ظاہر
ہے کہ نصاریٰ میں تثلیث کا عقیدہ موجود ہے پس اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا
کہ اس عقیدہ سے پہلے حضرت مسیح بھی فوت ہوگئے وھو المقصود ۔

باقی رہا توفیتنی کو رفعتنی کے معنوں میں لینا سو اسکی تغلیط کے لیے آنحضرتؐ کی تفسیر
کافی ہے دیکھو صحیح بخاری کتاب التفسیر جہاں آنحضرتؐ کا یہ ارشاد درج ہے اقول
کما قال العبد الصالح کنتُ علیھم شھیدًا مادمتُ فیھم فلما توفیتنی
کنت انت الرقیب علیھم۔ اب آنحضرتؐ کا لفظ کما کے نیچے لفظ توفیتنی کا
استعمال فرمانا اور اپنے واقعات سے توفیتنی کی تفسیر کو بیان کرنا رفعتنی کے معنوں

کی تغلیط کرتا ہے پس اس آیت کریمہ کے رو سے آنحضرت کی تفسیر سے یہ امر بخوبی پایہ ثبوت پہنچایا گیا کہ حضرت مسیح آسمان پر نہ زندہ اٹھائے گئے اور نہ ہی مع جسدہ العنصری آسمان پر موجود ہیں بلکہ وہ خدا اور رسول کے ارشاد کے موافق فوت شدہ ثابت ہیں +

اب میں اسکے بعد دوسری آیت پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم کیا مطلب یعنی محمد صرف رسول ہیں ایسے رسول آپ سے پہلے بھی گزر چکے جو بقرینہ افان من مات او قتل۔ موت اور قتل کے ذریعہ گزرنے والے ہوئے۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت سے پہلے جس قدر بھی رسول تھے وہ فوت ہو چکے اور چونکہ حضرت عیسیٰ بھی آپ سے پہلے تھے اسلیے وہ بھی فوت ہو چکے (۳) پھر اس کی تفسیر میں حضرت ابو بکر کا استدلال بطور استشہاد کافی ہے چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ جب آنحضرتؐ نے وفات پائی تو اسوقت حضرت ابو بکر نے صحابہؓ کے مجمع میں کھڑے ہو کر بعد تشہد فرمایا من کان یعبد محمدا فانہ قد مات ومن یعبد اللہ وحدہ فانہ حی لا یموت۔ پھر آپ نے یہ آیت وما محمد الا رسول الخ پڑھی ترجمہ حدیث یہ ہے کہ جو شخص محمدؐ کو معبود سمجھتا ہے وہ فوت ہو چکے اور ان پر موت وارد ہو گئی اور جو شخص خدائے واحد کو معبود سمجھتا ہے سو وہ زندہ رہنے والا غیر فانی ہے جسپر کبھی بھی موت نہیں آنے والی۔ اس کے بعد آیت وما محمد الا رسول کو پڑھا۔ اور جس محل کی رعایت سے پڑھا اس کے لحاظ سے صرف انہیں معنوں کو مدنظر رکھکر کہ آپ سے پہلے رسول جب سب کے سب فوت ہو چکے ہیں تو آپؐ بھی رسول ہی تھے سو آپکی موت آپکے رسول ہونیکے منافی نہیں۔ پس اس موقعہ پر صحابہؓ کرام کا پہلا اجماع بعد وفات آنحضرتؐ جس بات پر منعقد ہوا وہ یہی بات تھی کہ آنحضرت سے پہلے جس قدر رسول تھے وہ سب کے سب فوت ہو گئے اور اگر صحابہؓ کے نزدیک حضرت مسیح کی حیات ثابت تھی تو اس وقت ان سے کوئی نہ کوئی ضرور کہتا کہ حضرت مسیح جو زندہ ہیں پھر آنحضرتؐ مسیح کی طرح کیوں زندہ نہ رہے لیکن انمیں سے کسی ایک کا بھی اس موقع پر نہ بولنا

اور چپ رہنا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ صحابہ کا آنحضرتؐ کی وفات کے بعد اس بات پر اجماع ہو گیا تھا کہ آپ سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے۔ چنانچہ حضرت حسانؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر یہ دو شعر پڑھے۔

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِي فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ ۔
مَنْ كَانَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ أُحَاذِرُ ۔

ان دو شعروں سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ نے آنحضرت کی وفات سے یہی سمجھا تھا کہ آپ کی موت پہلے رسولوں کی موت کا قطعی ثبوت ہے جیسا کہ کسی نے فارسی میں کہا ہے۔ شعر

بدنیا گر کسے پائندہ بودے ابوالقاسم محمدؐ زندہ بودے

اب یہ دوسری آیت جو حضرت ابوبکرؓ کی تفسیر کے ساتھ پیش کی گئی ہے اس سے بھی بخوبی واضح ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے۔

میرے خیال میں ایک مسلمان کے لیے جو قرآنی آیات کو آنحضرت اور آپ کے خلیفۂ برحق کی پیشکردہ تفسیر کے ساتھ قبول کرنے کو اپنے لیے موجب فخر سمجھتا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات و وفات کے مسئلہ کے تنازع میں بطور فیصلہ تسلیم کرنے کو اپنے لیے اسلامی فیصلہ یقین کرتا ہے اسکے لیے اسی قدر کافی ہے۔

اب میں قرآن شریف سے ان آیات کو پیش کرنا چاہتا ہوں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بنی آدم سے کوئی بھی انسان ایسا نہیں جو اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھایا جائے اور زمینی جسم کے ساتھ آسمان پر زندگی بسر کرے۔ چنانچہ پہلی آیۃ ہے وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ۔ دیکھو سورہ بقرہ پ۱ اس آیت میں یہ ارشاد ہے کہ اے بنی آدم ہم نے تمہارے لیے قرارگاہ زمین کو بنایا ہے اور اسی زمین میں تمہاری زندگی کا زمانہ بسر کرنا اور فائدہ اٹھانا ہے دوسری آیت جو سورۂ اعراف میں ہے یہ ہے فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ یعنی اے بنی آدم تم اس زمین میں ہی زندگی بسر کرو گے اور اسی میں تم مرو گے

تیسری آیۃ سورۃ المرسلات کی ہے اور وہ یہ ہے الم نجعل الارض کفاتا احیاءً و امواتا یعنی کیا ہم نے تمہارے لیے زمین کو ہی نہیں بنایا سمیٹنے والی زندوں کو اور مردوں کو۔ پس ان آیات کی رو سے اگر حضرت مسیح زندہ ہیں تو بھی زمین میں ہونے چاہئیں اور اگر فوت شدہ ہیں تو بھی زمین میں۔ زمین سے باہر ان کا ہو کر بجسدہ العنصری وہ کہیں بھی زندگی بسر نہیں کر سکتے کیونکہ خدا کا یہ قانون جو آیات متذکرہ بالا میں بیان کیا گیا وہ اسکے لیے مانع ہے۔

اب ان آیات کے ہوتے ہوئے کسی کا بل رفعہ اللہ الیہ کے فقرہ سے مسیح کا زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھایا جانا ثابت کرنا کیونکر قابل تسلیم ہو سکتا ہے پھر بل رفعہ اللہ الیہ میں الیہ کی ضمیر کا مرجع اللہ ہے نہ آسمان۔ اگر مولوی ابراہیم صاحب مسیح کے رفع کے متعلق قرآن کریم سے لفظ سماء کا دکھا دیں تو میں اپنے معنوں کی غلطی تسلیم کر کے اس سے توبہ کروں گا۔ پس اگر مولوی صاحب پسند کریں تو ساری بحث کو اسی فیصلہ پر رکھیں میں اسکے لیے تیار ہوں۔ پس رفع کا لفظ اس محل پر جسمانی رفع کے معنوں میں لینا سراسر غلط اور خلاف واقع ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہاں رفع سے مراد مسیح کی روحانی رفعت ہے جو قتل اور صلب کے نتیجہ کی صورت میں بطور رد کے پیش کی گئی جو تقرب الی اللہ کے معنوں میں ہے کیونکہ یہود کہتے تھے کہ مسیح مقتول اور مصلوب ہونے سے مفتری اور ملعون ثابت ہوا جس کے جواب میں بطور فیصلہ خدا تعالیٰ نے ہر دو کی نفی کر کے رفع کو انکی جگہ میں بطور امر واقع اور اصل اور صحیح نتیجہ کے پیش کیا۔ اور جواب بھی انھیں معنوں میں درست اور مناسب معلوم ہوتا ہے نہ سوائے اسکے۔ اور یہی وہ رفع ہے جو قرآن شریف کے دوسرے مقامات میں خدا تعالیٰ نے نبیوں اور مومنوں کے حق میں ذکر کیا۔ مثال کے طور پر دیکھو آیت یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم الخ اور ایسا ہی دعا میں السجدتین میں بھی رفعنی کا لفظ موجود ہے جو روحانی رفع کے معنوں میں ہے نہ کہ جسمانی رفع کے معنوں میں کیا دعا کے وقت مسلمانوں کی اس سے یہ مراد

ہوتی ہے کہ ایجذا ہمیں آسمان پر مع جسد اُٹھالے۔ ہرگز نہیں۔ پھر علاوہ اسکے حدیث اذا تواضع العبد رفعہ اللہ الی السماء السابعۃ میں باوجود لفظ رفع اور سماء کے موجود ہونے کے پھر بھی عبد متواضع کے بارہ میں یہ رفع جسمانی مراد نہیں لیا جاتا بلکہ اس سے روحانی رفعت ہی مراد لی جاتی ہے ۔

اب ان ثبوتوں کے ہوتے مولوی ابراہیم صاحب کا مسیحؑ کی نسبت رفع کو جسمانی رفع کے معنوں میں لینا اور پھر اسپر زور دینا اہل علم اور عقلمند خوب سمجھتے ہیں کہ کہاں تک درست اور برمحل ہے ۔

باقی رہا مولوی صاحب کا حدیث یدفن معی فی قبری الخ سے مسیح کی حیات کے لیے استدلال کرنا اور مسیح کی قبر کو ابوبکر اور عمر کی قبر کے درمیان ثابت کرنا یہ بھی صحیح نہیں اسلیے کہ الفاظ حدیث میں یہ کہیں بھی نہیں لکھا کہ حضرت مسیح کی قبر حضرت ابوبکر اور عمر کی قبر کے درمیان ہوگی۔ اگر مولوی صاحب ایسے الفاظ دکھادیں تو میں فیصلہ کے لیے اپنی بحث کو اسی پر بس کردوں گا۔ اور اگر مولوی صاحب ایسے الفاظ نہ دکھا سکیں تو پھر میں زیادہ کہنا نہیں چاہتا۔ صرف اتنا کہتا ہوں کہ مولوی صاحب مخلوق خدا کو دیدہ و دانستہ دھوکا نہ دیں اور لوگوں کو عمداً مغالطہ میں ڈالنے سے باز رہیں۔

پھر قبری کے معنے مولوی صاحب نے مقبرۃ الخضرتؐ بیان کیے ہیں یعنی یہ کہ حضرت مسیح الخضرت کی قبر میں نہیں بلکہ الخضرت کے مقبرہ یعنی قبرستان میں دفن ہونگے سو اس لحاظ سے یہ بات حضرت مرزا صاحب پر ہی صادق آتی ہے اسطرح کہ آپ کا مقبرہ اسلامی مقبرہ ہونے کی حیثیت میں الخضرت کا ہی مقبرہ ہے۔ اور اسکے سوائے یہ معنے مراد لینا کہ حضرت مسیح حضرت عائشہ کے حجرہ میں جہاں الخضرت اور ابوبکر اور عمر کی تین قبریں ہیں وہاں دفن ہوں گے۔ درست نہیں اول اسلیے کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر قریب الموت تھے تو انھوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کو حکم دیا کہ حضرت ام المؤمنین کی خدمت میں جاکر میری طرف سے عرض کرو کہ وہ مجھے اجازت دیں کہ میں اپنے دو رفیقوں کی معیت میں دفن کیا جاؤں تب حضرت عائشہ

صدیقہؓ نے ان کے پیغام کو سنکر فرمایا لاؤثرنہ علیٰ نفسی کہ میں ضرور ایثار کرونگی اور اپنے نفس پر عمر کے نفس کو ترجیح دوں گی۔ چنانچہ اسکے بعد حضرت عمرؓ وہاں دفن ہوئے۔ اب جبکہ حضرت عمر کے دفن ہونے سے پہلے ایک ہی قبر کی جگہ باقی تھی جو حضرت عائشہؓ نے اپنے نفس کے لیے رکھی ہوی تھی۔ جس میں بوجہ ایثار حضرت عمرؓ کو دفن کرادیا اور اسکے سوا اب کوئی جگہ باقی ہی نہیں کہ کوی دفن ہو سکے تو پھر حضرت مسیحؑ کہاں دفن ہو سکیں گے پس اصل بات یہ ہے کہ مولوی صاحب کا حضرت مسیح کے وہاں دفن ہونے کے لیے کوشش کرنا خلاف حدیث صحیح اور بے معنے ہے۔ دوم اسلئے کہ حضرت مسیح کا وہاں دفن ہونا حضرت عائشہ کی رویاء کے خلاف ہے۔ تلخیص الصحاح جلد اول کتاب التعبیر میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے رویاء دیکھی کہ میرے حجرہ میں تین چاند گرے ہیں پھر آپ نے اپنے اس خواب کو حضرت ابوبکر سے بیان کیا۔ آپ خاموش رہے۔ جب آنحضرتؐ کا انتقال ہوا اور حجرہ میں دفن کیئے گئے تو حضرت ابوبکر نے اس موقعہ پر فرمایا کہ عائشہ یہ تیرے تین چاندوں سے ایک چاند ہے اور سب سے بہتر چاند۔ اب اگر حضرت مسیح نے بھی وہاں دفن ہونا تھا تو بجائے تین کے چار چاند دکھائے جاتے نہ تین۔ علاوہ اسکے حدیث میں جبکہ حضرت مسیح کی نسبت یہ بھی لکھا ہے کہ وہ ایکسو بیس برس عمر پاکر فوت ہو چکے تو انکا آسمان پر زندہ بجسدہ العنصری کا مسئلہ خود بخود غلط ہو گیا (اس موقع پر مولوی ابراہیم نے کھڑے ہو کر سخت شور مچایا اور بہت بڑے زور و شور سے قسم کے ساتھ انکار کیا کہ ایسی کوئی حدیث ہی نہیں جس کے جواب مولوی راجیکے صاحب نے کہا کہ سارا فیصلہ اسی پر رہنے دیجیے۔ اگر حدیث نکل آئی تو تم نے توبہ کرنا اگر نہ نکلے تو میں اپنی غلطی تسلیم کر لوں گا اسکے بعد مولوی ابراہیم کو کچھ ہوش آیا اور کہنے لگا ہاں حدیث تو ہے لیکن ضعیف ہے یہ کہکر پھر بیٹھ گیا۔) پس ان دلائل اور قرائن کے لحاظ سے ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت شدہ ہیں نہ یہ کہ آسمان پر بجسدہ العنصری اٹھائے گئے اور ابتک وہاں زندہ بیٹھے ہیں جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے صریح خلاف ہے۔ امید ہے کہ غور

کرنے والوں کے لیے اس قدر ثبوت کافی ہوں گے +

غیر احمدی مناظر کی جرح

اسکے بعد مولوی ابراہیم صاحب جواب کے لیے کھڑے ہوے اور بیان کیا کہ آیت وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل جو وفات مسیح کے ثبوت میں پیش کی گئی ہے اس سے لفظ قبل جو ظرف ہے صفت قرار دیکر پیش کیا ہے یہ غلط ہے اسلیے کہ نحویوں کے نزدیک صفت موصوف سے پہلے نہیں آتی پس قبل کو الرسل کی صفت میں پیش کرنا غلط ہے دوسرے حضرت عائشہ کی رویاء میں حضرت مسیح کی نسبت چوتھے چاند کا نظر نہ آنا اسلیے نہ تھا کہ حضرت مسیح نے وہاں دفن نہ ہونا تھا بلکہ اسلیے کہ چونکہ حضرت مسیح نے حضرت عائشہ کی زندگی میں وہاں دفن نہ ہونا تھا اور نہ دوسرے تین بزرگوں کی طرح مسیح کو اپنی آنکھوں سے دفن ہوتے دیکھنا تھا اس وجہ سے انکو خواب میں بجائے چار کے تین ہی دکھائے گئے جیسا کہ تینوں کو حضرت عائشہ نے اپنی آنکھوں سے دفن ہوتے دیکھا لیکن مسیح کو چونکہ انھوں نے نہیں دیکھا تھا اسلیے اُن کا دفن ہونا نہ دکھایا گیا جیسا کہ لفظ رویاء بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے +

جرح کا جواب احمدی مناظر کی زبان سے

(۳) اس کے بعد مولوی غلام رسول صاحب اُٹھے اور بیان کیا کہ مولوی ابراہیم صاحب نے میرے سب دلائل کو جو مینے وفات مسیح کے لیے بطور ثبوت کے پیش کیئے نہیں توڑا اور نہ ہی وہ توڑ سکتے ہیں۔ میری جرح اسی طرح باقی اور بحال ہے ہاں جن دو باتوں کی نسبت انھوں نے کچھ بیان کیا ہے اسکے جواب کچھ عرض کیا جاتا ہے اول انھوں نے آیت وما محمد الا رسول الخ کے فقرہ من قبلہ کے متعلق اعتراض اُٹھایا ہے کہ قبل کو اسجگہ صفت پیش کیا جاتا ہے جو غلط ہے اسلیے کہ صفت اپنے موصوف سے مقدم نہیں آتی۔ اسکے میں دو جواب دوں گا اول یہ کہ قرآن کریم میں صفت موصوف سے مقدم بھی آئی ہے مثال کے طور پر میں سورۂ ابراہیم کے پہلے رکوع آیت الی صراط العزیز الحمید اللہ کو اور سورۂ والصافات سے آیت وتذرون احسن الخالقین اللہ کو پیش کرتا ہوں۔ دیکھو ان دونو

آیتوں میں العزیز الحمید اور احسن الخالقین جو صفت ہے مقدم ہے اور اللہ جو موصوف ہے وہ مؤخر۔ مولوی ابراہیم صاحب اس موقع پر جواب دیا کرتے ہیں کہ یہ صفت موصوف نہیں ہے بلکہ بدل اور مبدل منہ ہے سو یہ انکی اپنی اصطلاح ہے لیکن تعجب کہ اللہ العزیز الحمید اور اللہ احسن الخالقین کو تو موصوف اور صفت قرار دیتے ہیں اور جب یہی صفات پہلے آئیں تو پھر وہ انکو صفت و موصوف قرار دینے سے انکار کرتے ہیں اور اسکا نام بدل اور مبدل منہ رکھتے ہیں حالانکہ فرق صرف تقدیم و تاخیر کا ہے نہ کچھ اور۔ پس چونکہ نحو کے قواعد زبان کے تابع اور اسکے ماتحت ہوتے ہیں نہ یہ کہ زبان قواعد نحو کے ماتحت ہوتی ہے اسلیے ہم مولوی صاحب کی اپنی مصطلحات کی پابندی کے لیے مجبور نہیں اور نہ انکے لیے ہم قرآن اور زبان عرب کے لٹریچر میں اپنی طرف سے کچھ تغیر کر سکتے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر ہم مولوی ابراہیم صاحب کے قواعد نحو کی پابندی سے اسجگہ موصوف کو مقدم اور صفت کو مؤخر بھی تسلیم کر لیں اور قبل جو ظرف ہے اس کو صفت بھی قرار دیں تو بھی ہمارا مدعا حاصل ہے اس طرح پر کہ قبل اصل میں الرسل سے مقدم نہیں کیونکہ الرسل جو فعل خلت کا فاعل ہے وہ بوجہ تقدیر کلام کے یوں ہے قد خلت الرسل من قبلہ۔ اسلیے کہ فاعل اپنے فعل کے تعلق کے لحاظ سے تقدیر میں خلت کے ساتھ ہے جیسا کہ تقدیر کلام کی مثال سے ظاہر ہے اب الرسل جو موصوف ہے قبل سے مقدم ہونے سے مولوی صاحب کے قاعدہ نحو کی مطابقت میں بھی ہو کر ہمارے مطلب کو حاصل کر گیا۔

باقی رہا مولوی صاحب کا حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی رویا پر اعتراض کرنا سو یہ اعتراض بھی غلط اور محض غلط ہے اس طرح پر کہ رویاء دیکھنے والے کے لیے یہ کہاں شرط ہے کہ جو وہ واقعات آیندہ کے متعلق خواب دیکھے وہ ضرور ہی اسکی آنکھوں کے سامنے ظہور میں آتے ہیں۔ کیا نبی کریمؐ کی وہ سب پیشگوئیاں جو قیامت تک ظہور میں آئیں گی وہ آنحضرت کی آنکھوں کے سامنے ظہور میں آنے والی ہیں۔ مثلاً

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود اور دجال کو دیکھا یا فرمایا کہ کسریٰ کے خزاین کی چابیاں مجھے دی گئیں۔ پھر کیا حضورؑ نے ان کے ظہور کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا جب ایسا نہیں تو کس قدر تعجب کی بات ہے کہ مولوی ابراہیم صاحب نے محض اپنی طرف سے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کی غرض سے ایک بات گھڑلی۔ میں کہتا ہوں کہ جب واقعات میں ایسا ظہور میں آنا تھا کہ بقول مولوی صاحب حضرت مسیح بھی حجرہ میں ہی دفن ہونے تھے تو رویاء جو آیندہ واقعات کے متعلق پیشگوئی تھی اسکو رویاء دیکھنے والے کی ظاہری آنکھ سے دیکھنے کے ساتھ کیا تعلق۔ اسے تو واقعات کے ساتھ تعلق ہونا چاہیئے اور بصورت رویاء صادقہ وصالحہ واقعات کی مطابقت میں ہونا چاہیئے نہ خلاف اسکے۔ باقی رہا مولوی صاحب کا یہ قول کہ رویاء کا لفظ بھی اس پر دلالت کرتا ہے سو واضح رہے کہ قاموس میں لکھا ہے الرؤیۃ والرؤیاء والرأی النظر بالعین والقلب یعنی آنکھ اور دل دونو کے ساتھ دیکھنا۔ پھر لفظ رویاء کو عام طور پر عالم خواب کے ساتھ تعلق ہے جس سے ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جہاں اپنی رویت کا ذکر کیا ہے کہ میں نے تین چاند دیکھے وہاں ان چاندوں کا دیکھنا عالم خواب کے ہی متعلق ذکر کیا ہے جس سے مولوی صاحب اپنی خوش فہمی سے ظاہری آنکھ کا دیکھنا سمجھ رہے ہیں جو بداہت غلط ہے۔ اب میں مولوی صاحب کے اعتراضات کا جواب بھی دے چکا

غیر احمدی مناظر (۴) اسکے بعد مولوی ابراہیم صاحب نے کھڑے ہو کر بیان کیا کہ مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ انسان اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر نہیں جا سکتا یہ غلط ہے اسلیئے کہ حضرت محمد مصطفیٰ شب معراج کو آسمان پر زندہ مع جسدہ العنصری تشریف لے گئے اور قرآن کریم سے بھی یہی ثابت ہے چنانچہ آیت ما زاغ البصر وما طغیٰ اسکے ثبوت کے لیے کافی ہے پس مولوی صاحب جن آیات سے صعود الی السماء بجسد عنصری کی نفی کرتے ہیں وہ عموم کا حکم

رکھتی ہیں نہ کل کا سو بعض افراد جو حکم خصوص کا رکھتے ہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں پھر تفسیر بیضاوی اور تفسیر کبیر اور کشاف میں بھی یہی لکھا ہے کہ مسیح بجسم جسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے اور کشاف والا گو معتزلی ہے لیکن ادب کے لحاظ سے وہ امام مانا گیا ہے ان تینوں نے حضرت مسیح کی نسبت آسمان پر جانا لکھا ہے ۔

احمدی مناظر کا باطل کش جواب

مولوی صاحب وقت کے ختم ہونے سے پہلے ہی بیٹھ گئے جیسا کہ علی العموم انکا یہی طرز رہا اسکے بعد مولوی غلام رسول صاحب راجیکے کھڑے ہوئے اور بیان کیا کہ مولوی صاحب نے شب معراج کے متعلق جو آنحضرت کا آسمان پر زندہ بجسدہ العنصری تشریف لے جانا بیان کیا ہے اسکے جواب کے لیے اول تو میں قرآن کریم سے سورۂ بنی اسرائیل کی آیت وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس پیش کرتا ہوں کہ شب معراج کا سیر روحانی تھا نہ جسمانی اور خواب اور کشف تھا نہ ظاہری اس جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا جیسا کہ اس آیت کے حاشیہ پر حضرت شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں کہ یہ رویاء معراج کا دکھانا تھا۔ دیکھو ترجمہ شاہ رفیع الدین اسکے علاوہ ما کذب الفؤاد وما رای سورۂ النجم کی آیت کو ملاحظہ کیجیے کہ جو کچھ آپؐ کے دل نے دیکھا وہ جھوٹ نہیں دیکھا چنانچہ ما زاغ البصر وما طغیٰ بھی اسی فؤاد اور قلب کے مشاہدہ کے متعلق فرمایا گویا آخر کے فقرہ سے پہلے فقرہ کی تفسیر کر دی ۔

پھر صحیح بخاری کی حدیث اسراء کے لفظ فاستیقظتُ کو ملاحظہ فرمائیے جہاں واقعۂ اسراء کے بعد اس لفظ کو لاکر ساری حقیقت کھول دی کہ اسراء آپ کا ایک خواب اور کشف تھا جسکے بعد آپ بیدار ہو گئے پس لفظ استیقظت جو دوم اور تیدیا استغراق کو چاہتا ہے اس سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت کا سیر جو آپ کو شب معراج میں ہوا وہ اس جسم عنصری کے ساتھ بحالت بیداری نہ تھا بلکہ وہ ایک خواب اور کشف کی حالت کا مشاہدہ تھا پھر علاوہ اسکے حدیث اسراء میں یہ بھی لکھا ہے کہ اتیت بطست من ذھب ملئی ایمانا وحکمۃ یعنی آنحضرتؐ

سنے فرمایا کہ میرے سامنے ایک سونیکا طشت لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا۔ اب ظاہر ہے کہ ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا طشت کس حالت پر دلالت کرتا ہے باطنی حالت پر یا روحانی حالت پر اور سیر جسمانی کے ساتھ اسکو مناسبت ہے یا روحانی حالت کے ساتھ۔ پھر میں کہتا ہوں کہ اگر آنحضرتؐ کا معراج جسمانی ہوتا تو اللہ تعالیٰ آپ کو کافروں کے اَوَلَمْ تُؤْمِنْ والے اقتراحی مطالبہ کے جواب میں قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا کا ارشاد پیش کرنے کے لیے کیوں حکم دیتا۔ چاہیے تھا کہ ایسے موقع پر جواب میں یوں کہا جاتا کہ دیکھو اس سے پہلے میں شب معراج میں جسم سمیت آسمان پر چڑھا تھا۔ لیکن ایسا نہیں کہا بلکہ فرمایا کہ جواب میں یوں کہو کہ میں بشر رسول ہوں کیا مطلب یعنی خدا کی سنت کے یہ خلاف ہے کہ کوئی رسول بشر ہو کر آسمان پر اپنے جسم سمیت چڑھے۔ اب جب آنحضرت کی بشریت باوجود آپ کے رسول ہونیکے آسمان پر جانے سے مانع ہے تو آپ سے کون افضل ہے کہ جو اسکی بشریت مانع نہ ہو۔ کیا حضرت مسیح آنحضرتؐ سے افضل ہیں کہ آنحضرت تو بوجہ بشریت آسمان پر جسم سمیت نہ جا سکیں اور حضرت مسیح جا سکیں۔ پس اس سے وہ استثناء بھی ٹوٹ گیا جو عموم کے بالمقابل بصورت خصوص پیدا کیا گیا تھا۔ اب جبکہ کوئی بھی فرد آسمان پر زندہ بجسدہ العنصری نہیں گیا اور نہ کسی کا جانا ثابت ہے تو استثناء کہاں رہا پس حق یہی ہے کہ حضرت مسیح زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر نہیں گئے بلکہ جیسا کہ قرآن اور احادیث کے نصوص صریحہ سے ثابت ہے وہ فوت ہو چکے۔ وہو المطلوب

باقی رہا یہ کہ پہلے مفسروں نے یعنی رازی وغیرہ نے ایسا لکھا ہے کہ مسیح آسمان پر اٹھائے گئے سو اگر ایسا لکھا ہے تو ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ وہ فوت ہو گئے اور متوفی کو موت کے معنوں میں ذکر اور رفع کے متعلق رفع روحانی بھی تسلیم کیا ہے دیکھو تفسیر امام رازی زیر تفسیر آیت فوق الذین کفروا الخ

(اس موقع پر مولوی ابراہیم نے کھڑے ہو کر زور سے انکار کیا کہ ایسا ہرگز نہیں لکھا یعنی رفع روحانی تب مولوی غلام رسول راجیکے نے زور سے باواز بلند کہا کہ چلو فیصلہ

اسی پر رہنے دو اگر یہ نکل آئے تو آپ نے توبہ کرنا اگر نہ نکلے تو میں اپنی غلطی مان لونگا یہ سنتے ہی مولوی ابراہیم چپ رہ گیا۔)

اسکے بعد مولوی ابراہیم صاحب نے اپنی بعد کی ٹرنوں میں پہلی ہی باتیں دہرائیں اور اخری تقریر میں بھی پہلی ہی باتوں کو دہرایا کوئی نئی بات نہ بیان کی جو قابل ذکر ہو۔ مولوی ابراہیم صاحب کی اس اخری تقریر کے بعد پہلے دن کا اجلاس مباحثہ ختم ہوا اور الحمد للہ بخیر و خوبی امن اور آرام کے ساتھ ختم ہوا۔ اسکے بعد دوسرے دن کی مباحثہ کی کارروائی ملاحظہ فرمائیے۔

دوسرا دن صداقت مسیح محمدی پر

۱۸ نومبر بروز پنجشنبہ یعنی دوسرے دن پھر بحث کے لیے احمدی اور غیر احمدی ہر دو فریق مسجد شاہی میں حاضر ہوئے آج لوگوں کی تعداد پہلے روز کی نسبت زیادہ تھی ہزار سے زیادہ آدمی تھے۔ اس روز مباحثہ حضرت مرزا صاحب کے صدق دعاوی کے متعلق تھا۔ اور مدعی کی حیثیت میں پہلی تقریر ۱ بجے گھنٹہ کی مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کے لیے قرار پائی چنانچہ مولوی صاحب راجیکی اٹھے اور بیان کیا کہ صاحبان میں حضرت مرزا صاحب کے صدق دعوے کے ثبوت میں قرآن سے بطور معیار صداقت ان آیات کو پیش کرونگا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مدعی صادق اور کاذب کے درمیان فرق کرنیکے لیے مقرر ہیں۔ اور گو ایسی آیات بہت ہیں لیکن میں بوجہ قلت وقت بطور نمونہ چند ایک کا ذکر کروں گا امید ہے کہ آپ صاحبان غور اور توجہ سے سنیں گے آیات معیار صداقت کی پہلی آیت سورۃ انعام پ ۷ کی ہے ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او کذب بایاتہ انہ لا یفلح الظالمون۔ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اگر مدعی مفتری ہے تو وہ اظلم ہے اور اگر مکذب آیات تکذیب میں حق پر نہیں تو وہ اظلم ہے۔ اب فیصلہ کی ضرورت ہے کہ کس طرح معلوم ہو کہ مدعی کاذب مفتری ہے یا مکذب آیات۔ اسکے جواب میں بطور فیصلہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ انہ لا یفلح الظالمون ہ یعنی دونوں سے جو فی الواقعہ ظالم

ہوگا وہ فلاح اور کامیابی نہیں پائے گا۔ اب اس معیار کی رو سے ہم حضرت مرزا صاحب کے دعوے کو پرکھتے ہیں کہ آیا آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں یا نہیں اور آپ کے مکذب اپ کی تکذیب میں حق پر ہیں یا نہیں سو حضرت مرزا صاحب کا اپنے دعوی کے لحاظ سے یہ مقصد ہے کہ لوگ میرے دعوے کو قبول کرلیں اور مکذبین کا یہ مقصد ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو ان کے دعوی سے توبہ کرائیں اب ہم دیکھتے ہیں کہ دونو فریق سے اپنے اپنے مقصد میں کون کامیاب ہوا۔ سو واقعات کی بنا پر جب ہم نگاہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں تو حضرت مرزا صاحب نے جب شروع دعوی کیا تھا تو اس وقت تن تنہا اور صرف اکیلے تھے لیکن آج لاکھوں انسان ہیں کہ جو آپ کے دعاوی کو قبول کرنے والے اور آپ پر قربان ہونے والے ہیں۔ یہ مصدقین کی جماعت کون اور کہاں سے اٹھی سو ظاہر ہے یہ سب کے سب احمدی لوگ مکذبین کی جماعت سے ہی نکلکر حضرت مرزا صاحب کے پاس آئے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ ایک ایک کا ایمان لانا گویا حضرت مرزا صاحب کا ساری دنیا کی قوموں کو شکست دینے کے بعد ہوا۔ اس طرح کہ جب مخالف قومیں اور مخالف لوگ شب و روز اپنی مخالفانہ کوششوں سے لوگوں کو روکنے کے لیے سخت کوششوں میں لگے ہوئے تھے تو اس صورت میں حضرت مرزا صاحب کا انکی کوششوں کے ہوتے ہوئے کسیکو اپنی طرف کھینچنا اور مکذب ہونیکے بعد اپنا مصدق بنانا گویا اپکا ساری دنیا پر فتح پانے اور مخالفوں کو شکست دینے کے بعد ظہور میں آیا جس سے ظاہر ہے کہ اسطرح کی زبردست تحدی کے ساتھ دنیا کو اپنی طرف کھینچنا ایک نشان نہیں لاکھوں نشان ہیں اور ہر ایک احمدی بجائے خود آپ کی صداقت کا ایک الگ الگ نشان ہے۔ پس حضرت مرزا صاحب کی یہ عظیم الشان کامیابی بتاتی ہے کہ آپ اس معیار صداقت کی رو سے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے صادق اور کاذب مدعیوں کے پرکھنے کے لیے مقرر کیا گیا خدا کے فضل سے صادق اور اپنے دعاوی میں حق پر ہیں اور دوسری طرف مکذبین کا باوجود اپنی مخالفانہ کوششوں کے حضرت مرزا صاحب کے بالمقابل ناکام رہنا بلکہ آپ کی طرف جانیوالوں کے روکنے میں بھی ناکام رہنا معیار

پیش کردہ کے رو سے انکے اظلم اور ناحق پر ہونیکا ثبوت ہے۔ اب اس کھلے معیار صداقت کے امتیاز کے بعد دانشمند سمجھ سکتے ہیں کہ حق کس طرف ہے ؛

دوسری آیت سورہ بنی اسرائیل پ ۱۵ سے پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا یہ آیت بھی مدعی صادق اور کاذب کے درمیان فرق کرنے کے لیے کھلا معیار ہے۔ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ سنت مستمرہ الٰہیہ یوں ہے کہ جب کبھی دنیا میں عذاب لایا کرتے ہیں تو ایسی صورت میں ان عذابوں کے ظہور سے خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی نہ کسیکو مامور کرکے بھیجا جاتا ہے جو رسالات الٰہیہ کو پہنچا کر اپر اتمام حجت کرتا ہے پھر اسکے بعد لوگوں کی مخالفتوں اور شرارتوں سے باز نہ آنے کی وجہ سے اپر فرد جرم لگ کر عذاب الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ اب اس معیار کے ساتھ اسی سورۃ کی دوسری آیت کو ملاحظہ فرمائیے وَإِن مِّن قَرْيَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَوْ مُعَذِّبُوهَا عَذَابًا شَدِيدًا ۚ كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا۔ یعنی کوئی بستی ایسی نہیں جو قیامت سے پہلے ہم اسے ہلاک نہ کردیں یا اسے سخت عذاب میں مبتلا نہ کریں۔ یہ ایک پیشگوئی ہے جو لکھی گئی ہے اور جو ہو کر رہنے والی ہے۔ ان دو آیتوں کو ملا کر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد اور قیامت سے پہلے ایک عالمگیر ہلاکت اور عذاب ظہور میں آنیوالا ہے جس سے کوئی بھی بستی دنیا کی نہیں بچے گی اور دوسری طرف نزول عذاب کے لیے یہ بھی ضروری شرط ہے کہ اس سے پہلے خدا کا کوئی رسول آئے۔ جس سے ظاہر ہے کہ اگر آنحضرت کے بعد اور قیامت سے پہلے کوئی عذاب آنے والا ہے تو ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس عذاب سے پہلے رسول آئے اور حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت کے بعد جس رسول کے آنے کی پیشگوئی ہے وہ مسیح موعود ہے۔ پس ثابت ہوا کہ دنیا کی عالمگیر تباہی جو ایسے سخت عذاب کی وجہ سے ہونیوالی ہے وہ مسیح موعود کے ظہور کے بعد ہوگی۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ہر طرف عذابوں کا ظہور ہے اور ہر طرف تباہیاں وقوع میں آرہی ہیں چنانچہ اگر کہیں حضرت نوح کے وقت کے طوفان

کا نظارہ نظر آرہا ہے تو کہیں حضرت صالحؑ اور لوطؑ کے وقت کے زلزلوں سے زمین زیر و زبر ہو رہی ہے اور مخلوق ہلاک ہو رہی ہے اور اسی طرح کہیں موسیٰ نبی والے نشان بصورت قحط اور نقص ثمرات وغیرہ ظاہر ہو رہے ہیں تو کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت کا عذاب بصورت طاعون مخلوق کو تباہی میں ڈال رہا ہے۔ پھر اسی طرح آنحضرتؐ کے وقت کا عذاب جو جنگوں کی صورت میں کافروں پر اترا۔ آج اسطرح کا عذاب بھی جنگ یورپ وغیرہ کی شکل میں نمودار ہوا۔ پھر علاوہ ان کے انفلوانزا کی تباہی کہ جس کا حدیثوں میں بھی ذکر آیا ہے کچھ کم نہیں ہوئی۔ اب ایسے عذابوں کا ظہور کہ جو پہلے رسولوں کی صداقت کا نشان تسلیم کیا گیا۔ کیا ہو سکتا ہے کہ وہ آج بلا کسی فرستادہ خدا کے ظہور کے یوں ہی پیدا ہو گیا ہرگز نہیں بلکہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر اس زمانہ میں ان عذابوں کا ظہور ہے تو ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ رسول حق یعنی مسیح موعود بھی مبعوث کیا گیا اور وہ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ ہیں اور اگر انکو بھی تسلیم نہ کیا جاوے تو پھر کوئی اور مدعی دکھانا چاہیے جس نے ان عذابوں کے ظہور سے پہلے دعویٰ کیا ہو اور جسنے حضرت مرزا صاحب کی طرح دعوے کے ساتھ ان عذابوں کے ظہور کے متعلق پیشگوئیاں بھی کی ہوں۔ اور اگر کوئی اور بھی نہ پایا جاوے اور حضرت مرزا صاحب کی صداقت کو بھی تسلیم نہ کیا جاوے تو پھر یہ معیار صداقت کی تکذیب ہوگی۔ پس حق یہی ہے کہ حضرت مرزا صاحب ہی اپنے دعوے میں سچے اور قابل تصدیق ہیں۔

تیسری آیت۔ فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول ہے جو سورۂ جن اور پ ۲۹ میں ہے۔ اس آیت میں یہ معیار پیش کیا گیا ہے کہ اظہار علی الغیب یعنی کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع پانے کی خصوصیت صرف رسولوں سے ہی مختص ہے۔ سو اس معیار صداقت کے رو سے بھی ہم مرزا صاحب کو اپنے دعوے میں صادق پاتے ہیں۔ اسطرح پر کہ آپ نے خدا تعالیٰ سے ہزاروں امور

کے متعلق پیشگوئیاں کیں اور امور غیبیہ کے ظہور سے پہلے اطلاع دی اور جسطرح فرمایا ہی طرح ظہور میں آیا۔ چنانچہ بعض حصہ نمونہ کے طور پر آپ کی مختلف کتابوں میں پایا جاتا ہے خصوصاً آپ کی کتاب تریاق القلوب۔ نزول المسیح اور حقیقۃ الوحی میں ایک خاص تعداد میں پیشگوئیاں درج ہیں۔ آپ کی پیشگوئیاں ہر قسم اور ہر طرح کی ہیں

(۱) اپنے اہل و عیال کے متعلق بھی ہیں جیسے کہ آپ کی موجودہ بیوی صاحبہ جو خاندان سادات سے ہیں آپ کی پیشگوئی کے مطابق آپ کے نکاح میں آئیں اسی کے متعلق آپ کا الہام اذکر نعمتی اذرأیت خدیجتی ہے۔ پھر آپ کی بچے جو اس سیدہ بیوی سے ہیں سب کے سب آپکی پیشگوئی کے مطابق متولد ہوئے۔

(۲) علاوہ اسکے ایسا ہی آپ کی پیشگوئیاں اپنے دوستوں کے متعلق بھی ہیں جیسے کہ حضرت مولوی نور الدین صاحب کے متعلق پیشگوئی کی کہ انکے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے بدن پر پھوڑے ہوں گے چنانچہ مولوی صاحب کے ایسا ہی لڑکا پیدا ہوا۔ اور نواب محمد علی خان صاحب کے لڑکے عبدالرحیم خان کے متعلق دعاء بطور شفاعت کی اسحالت میں جبکہ ڈاکٹر اور طبیب اسکا علاج کر کے چھوڑ گئے اور پھر آپ کی شفاعت سے وہ لڑکا باوجود تقدیم مبرم کے زندہ اور سلامت رہا اور آج وہ تعلیم کے لیے ولایت میں ہے۔

(۳) پھر بعض پیشگوئیاں آپ کی دوسرے مذاہب کے لیڈروں کے متعلق تھیں کہ وہ ہلاک ہو جائیں گے جیسے کہ لیکھرام آریہ۔ ڈوئی امریکن۔ عبدالحق عیسائی۔ اور چراغ الدین جمونی وغیرہ وغیرہ۔ ایسا ہی بعض پیشگوئیاں آپ کی اپنے مقدمات کی فتح اور کامیابی کے متعلق جیسے مارٹن کلارک اور کرم الدین بھیں والے کے مقدمہ میں آپنے قبل از وقت بتایا کہ میں بری ہو جاؤں گا چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔

(۴) پھر بعض پیشگوئیاں آپ کی حوادث کے متعلق تھیں جیسے کہ طاعون۔ زلازل قحط۔ جنگ یورپ۔ انفلوئنزا۔ وغیرہ وغیرہ جو اطراف عالم میں ظاہر ہو کر آپکی

صداقت پر گواہ ہوئے ٭

(۵) پھر بعض پیشگوئیاں آپ کی بعض ممالک اور شاہان زمانہ کے متعلق ہیں جیسے کہ شاہ ایران کی معزولی اور حوادث ایران کے متعلق پیشگوئی۔ سلطنت روم کے مغلوب ہو جانے اور پھر غالب ہونے کے بعد پھر مغلوب ہو جانے کے متعلق پیشگوئی پھر جاپان کے متعلق اسکے مشرقی طاقت اور کوریا کی نازک حالت کے متعلق پیشگوئی۔ جنگ یورپ اور زار روس کی تباہی اور حالت زار کے متعلق پیشگوئی۔ جو اپنے اپنے طور پر بلا کم و کاست ظہور میں آئیں اور آپ کی صداقت کی گواہ ٹھہریں۔ اور یہ چند پیشگوئیاں بطور نمونہ کے پیش کی گئیں جو پیشکردہ معیار صداقت کی رو سے اس امر کو ثابت کرنیکے لیے کافی ہیں کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں صادق اور حق پر ہیں ٭

اب اس کے بعد میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ پیشگوئیاں دو قسم کی ہوتی ہیں ایک وعدہ کے رنگ میں دوسری وعید کے رنگ میں۔ وعید کی پیشگوئیاں ٹل بھی جاتی ہیں۔ جیسا کہ آیت وان یک کاذبا فعلیہ کذبہ وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم۔ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اگر مدعی نبوۃ اپنے دعوے میں کاذب ہے تو اس کے کذب کا وبال ضرور اسی پر پڑ کر رہے گا اور اگر یہ صادق ہے تو پھر جن عذابوں اور تباہیوں کے متعلق یہ وعید پیش کرتا ہے ضرور ہے کہ ان سے بعض وعید ظہور میں آئیں اور انکا اثر تم تک پہنچے۔ ایسا ہی دوسری جگہ امانرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک سے ظاہر ہے۔ پھر وعدہ کی پیشگوئیاں بھی دو قسم کی ہیں ایک محکمات کی صورت میں اور دوسری متشابہات کے رنگ میں جیسے کہ آیت ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ ایات محکمات ھن ام الکتاب واخر متشابہات سے ظاہر ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ نشان دو قسم کے ہیں ایک محکمات کہلاتے ہیں جو بطور اصل کے ہیں، اور دوسرے

متشابہات۔ پس سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کی وہ پیشگوئیاں جو محکمات کے طرز پر تھیں وہ جسطرح بتایا گیا اسی طرح وقوع میں آئیں۔

چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی کے تتمہ کے صفحہ ۱۳۷ پر اپنی پیشگوئیوں اور اپنے نشانوں کے متعلق جو معترضوں نے اعتراض کیے ہیں اسطرح تحریر فرمایا ہے۔ "لیکن عام فائدہ کے لیے میں اسجگہ بیان کرتا ہوں کہ ان مخالفوں کے اعتراض میرے نشانوں کے بارہ میں تین قسم سے باہر نہیں (۱) اول محض افترا اور تہمتیں ہیں..... پس اسکا جواب بجز اسکے کیا کہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین (۲) دوسرے یہ کہ کسی شخص کی نسبت واقعی طور پر ایک پیشگوئی تو ہے مگر وہ پیشگوئی وعید اور عذاب کے رنگ میں تھی اور اپنی شرط کے موافق پوری ہو گئی یا کسی وقت اس کا ظہور ہو جائے گا (۳) یہ کہ محض ایک اجتہادی امر ہے اور اسکو خدا کا کلام قرار دیکر پھر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ پیشگوئی تھی جو پوری نہیں ہوئی۔ جبکہ یہ حال ہے تو ظاہر ہے کہ کوئی نبی ان کی زبان سے بچ نہیں سکتا۔ بہاں تک ہی سنایا تھا کہ صدر جلسہ نے کہا کہ آپ کا وقت ختم ہو چکا ہے اسکے بعد مولوی ابراہیم صاحب اٹھے اور بیان کیا +

مولوی ابراہیم صاحب کی تقریر

مرزا صاحب کے دعوے کی صداقت کو ثابت کرنیکے لیے مولوی غلام رسول صاحب نے جو آیات بطور معیار پیش کی ہیں وہ ہرگز معیار نہیں ہو سکتیں اسلیے کہ پہلی آیت میں انہ لا یفلح الظالمون فرمایا گیا ہے اور لفظ فلاح جو نجات میں ہے وہ آخرت اور روز قیامت کے متعلق ہے نہ دنیا کے متعلق اور نہ ہی کسی مدعی کے دعوے کے پرکھنے کے لیے۔ دیکھو آیت قد افلح المومنون دوسری آیت ما کنا معذبین حتی نبعث رسولا اس سے بھی مرزا صاحب کے دعوے کی صداقت ثابت نہیں ہوتی اسلیے کہ یہ عذاب جو اس زمانہ میں ہیں یہ آنحضرت کی نافرمانی کی وجہ سے ہیں نہ مرزا صاحب کے انکار کی وجہ سے اسلیے کہ قیامت تک آنحضرت ہی رسول اور نبی ہیں۔ پھر طاعون کا عذاب اورنگ زیب کے وقت میں بھی آیا۔

اور ایسا ہی دوسرے وقتوں میں بھی۔ تیسری آیت فلا یظھر علی غیبہ احدًا الا من ارتضیٰ من رسول سے بھی مرزا صاحب اپنے دعوے میں صادق نہیں ٹھہرتے اسلیے کہ جو معیار نبیوں کی صداقت پرکھنے کے لیے سورہ انبیاء میں بیان کیا گیا ہے تو صدقناھم الوعد یعنی یہ کہ ہم نبیوں سے جو بھی وعدہ کرتے ہیں وہ سچا کرتے ہیں اور پورا کرتے ہیں اسکی رو سے مرزا صاحب سچے ثابت نہیں ہوتے کیونکہ جن پیشگوئیوں کے متعلق مرزا صاحب نے کہا کہ یہ خدا تعالیٰ کے میرے ساتھ وعدے ہیں وہ پورے نہیں ہوئے اور جھوٹے نکلے جیسے کہ محمدی بیگم کے نکاح والی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ ڈاکٹر عبد الحکیم کے متعلق پیشگوئی کہ اسکے مقابل پر میری عمر بڑھا دی گئی ہے۔ جھوٹی نکلی۔ مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء کی پیشگوئی دالاڑہ کا چوبشیر اول تھا اور جسکی تعریف میں بہت سے الہامات شائع کیے گئے کہ وہ لڑکا ہوگا اور مصلح موعود ہوگا۔ وہ سولہ ماہ تک زندہ رہ کر چھوٹی عمر میں ہی فوت ہوگیا۔ اور جو کام الہامات میں اسکے متعلق بیان کیے گئے وہ کرنے سے پہلے ہی وہ لڑکا فوت ہوگیا۔ اور اس طرح سے وہ پیشگوئی غلط نکلی حالانکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے دیکھو سورہ ابراہیم فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ یعنی یہ کہ تو خدا کے متعلق یہ گمان بھی اور خیال میں بھی نہ لانا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا ہے ایسا ہی دوسری جگہ فرمایا کہ ان اللہ لا یخلف المیعاد یعنی یہ کہ خدا تعالیٰ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ کے سب وعدے پورے ہوتے ہیں اسلیے یہ ایجاب کلی ہے جسکی نقیض سلب جزئی ہے جس سے مرزا صاحب اپنی ان پیشگوئیوں کی رو سے جو پوری نہیں ہوئیں اور جھوٹی نکلیں اپنے دعوے میں سچے ثابت نہیں ہوتے۔ پھر مرزا صاحب نے حج نہیں کیا اور آنحضرتؐ کے مقبرہ میں جس کا نقشہ بورڈ پر دکھایا جاتا ہے دفن نہیں کیے گئے

نقشہ یہ ہے

نوٹ اسکے بعد مولوی ابراہیم نے مسخرانہ

تقریر مولوی غلام رسول صاحب راجیکی

مولوی ابراہیم صاحب نے میرے پہلے پیشکردہ معیار پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس میں فلاح کا لفظ ہے جو آخرت کے متعلق ہے نہ دنیا کے متعلق سو یہ غلط ہے اسلیے کہ یہ آخرت کے علاوہ دنیا کے متعلق بھی ہے اور مدعی نبوۃ کی مقابلۃً کامیابی کے متعلق بھی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ اور ساحروں کے واقعہ کے متعلق سورہ طٰہٰ میں قد خاب من افتریٰ۔ اور قد افلح الیوم من استعلیٰ۔ اور انہ لا یفلح الساحر حیث اتیٰ کے فقرات موجود ہیں

(۲) پھر میرے دوسرے معیار پر یہ اعتراض کیا ہے کہ موجودہ زمانہ کے عذاب مرزا صاحب کی وجہ سے نہیں بلکہ آنحضرت کی نافرمانی کی وجہ سے ہیں۔ اسکے جواب میں

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۲ } الفاظ میں حضرت مرزا صاحب کی اُن تحریروں کو جو محمدی بیگم کی پیشگوئی کے متعلق شائع فرمائیں اور جنمیں بہت سا حصہ آپ کی اجتہادی عبارتوں کا تھا لوگوں کے سامنے پڑھ کر سنایا اور بار بار اپنی بعد کی ٹرنوں میں یہی مطالبہ کیا کہ مولوی غلام رسول صاحب ہمیں محمدی بیگم کا نکاح ثابت کرکے دکھائیں۔ ایسا ہی عبدالحکیم کے بالمقابل عمر کے بڑھنے کا ثبوت دیں۔ اور پھر حقیقۃ الوحی کے تتمہ صفحہ ۱۳۲ سے ذیل کی عبارت پڑھ کر سنائی۔ "اور یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ درست ہے" اور اسپر عجیب طرح تمسخر اُڑایا کہ جب نکاح پڑھا گیا تو اب فسخ نکاح کس طرح ہوا۔ آیا نامرد ہونیکے باعث یا ارتداد کی وجہ سے یا ظلم کے سبب سے۔ پھر آخری تقریر میں لوگونکو پنجابی یہ شعر پڑھ کر سنائے ؎ ثناء اللہ ہے مرد خدائی + عبدالحکیم تے فضل الٰہی + محمدی بیگم نہیں دیا ہی + تنے مل کے کرن پکار + مرزا مویا منگل وار + یہ شعر سنکر جہلاء اور سفلہ لوگوں نے خوب قہقہا لگایا اور اسکے بعد اس قدر شور مچایا کہ بعد میں چھوٹے چھوٹے بچونکو سکھا کر انکا ہر روزہ ورد بنا دیا چنانچہ کئی دن تک انکا یہ مشغلہ رہا چونکہ مولوی ابراہیم اپنے بعد کے وقتوں میں بار بار یہی تمسخر اُڑاتا رہا اسلیے اسکے بعد انکی اس تقریر کے تکرار کی ضرورت نہیں۔ البتہ انکے اعتراضات پیشکردہ کے

علمی جواب جو مولوی غلام رسول صاحب کی طرف سے پیش کیے گئے وہ ذیل میں لکھ کر رومداد مباحثہ کو ختم کیا جاتا ہے

یہ عرض ہے کہ دونو باتیں صحیح ہیں آنحضرت نے فرمایا تھا کہ جب مسیح موعود آئے تو اُسے ضرور مان لینا سو آنحضرت کی یہ نافرمانی جو حضرت مرزا صاحب کے انکار کو مستلزم ہے حضرت مرزا صاحب کے انکار کے منافی نہیں۔ سو اس لحاظ سے یہ حقیقۃ بحال رہی۔ پھر آنحضرت نے فرمایا کہ مسیح موعود کے وقت آپ کے انکار سے عذاب آئیں گے اور قرآن و احادیث دونو میں یہ ثبوت موجود ہے اسلیے اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ یہ عذاب حضرت مرزا صاحب کے نشانوں سے نشان ہیں۔

پھر میرے تیسرے پیش کردہ معیار پر اعتراض کرنا کہ حضرت مرزا صاحب کی بعض پیشگوئیاں جو خدا تعالیٰ کے وعدے تھے وہ پورے نہیں ہوئے اسکے متعلق میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ وعید کی پیشگوئیاں ٹل بھی جاتی ہیں اور وعدہ کی پیشگوئیاں محکمات اور متشابہات دونوں رنگ کی ہوتی ہیں۔ محکمات ایمان کا قائدہ دیتی ہیں اور متشابہات کے ذریعہ سے امتحان ہوتا ہے۔ پھر متشابہات محکمات کی معیت میں ایمان بالغیب کی حیثیت کو قائم رکھتی ہیں۔ باقی رہا مولوی صاحب کا معیار کے لیے آیت فحسبت ان اللہ مخلف وعدہ رسلہ کو پیش کرنا سو ہمیں اس سے انکار نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدوں میں سچا ہے لیکن خدا تعالیٰ اپنے وعدوں کے متعلق یہ بھی تو فرماتا ہے کہ وعد اللہ لا یخلف اللہ وعدہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ یعنی یہ تو سچ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کا خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے یعنی وہ باوجود اسکے کہ وعدہ خدا کے علم کے موافق پورا بھی ہو جاتا ہے پھر بھی اکثر لوگ اسکے پورا ہونے کو نہیں سمجھتے پس ایسے ہی لوگ ہیں جو اعتراض کرتے ہیں حالانکہ ان کا اعتراض محض لاعلمی کی بنا پر ہوتا ہے۔

پھر حضرت مرزا صاحب کی ہزاروں پیشگوئیوں اور لاکھوں نشانوں سے اگر مولوی ابراہیم صاحب کے نزدیک اور ایسا ہی ہمارے دوسرے مخالفین کے نزدیک یہی چار پانچ پیشگوئیاں قابل اعتراض ہیں جو بار بار پیش کیجاتی ہیں

تو میں کہتا ہوں پھر قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے رو سے انکی وجہ سے حضرت مرزا صاحب کی صداقت میں کیا فرق آیا۔ اگر ہم فرض بھی کر لیں کہ آپ کی ہزاروں پیش گوئیوں سے چار پانچ یا اس سے بھی زیادہ پیشگوئیاں جیسے کہ ہمارے مخالفین کا مطالبہ ہے ظہور میں نہیں آئیں تو بھی قرآن اور احادیث صحیحہ کے رو سے ان پر کیا اعتراض پیدا ہوگا۔ کیا قرآن کریم میں یمحو اللہ ما یشاء و یثبت وعندہ ام الکتاب نہیں لکھا کہ بعض نشان مٹائے جاتے ہیں اور بعض ثابت رکھے جاتے ہیں۔ اور ام الکتاب یعنی وہ نشانات جو محکمات کی صورت میں ہیں ان کا علم خدا کے پاس ہی ہے اور وہی جانتا ہے کہ محکمات اور متشابہات سے بحال رہنے سے محکمات کونسی ثابت ہونگی۔ پھر آیت وواعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ واتممناھا بعشر فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ بھی قابل غور ہے کہ باوجود وعدہ کے پھر وعدہ کے موافق میقات کو تیس راتوں میں پورا نہیں کیا۔ بلکہ دس راتیں اور زیادہ کر کے اس وعدہ کو چالیس راتوں میں پورا کیا۔ کیا مولوی صاحب کا ایجاب کلی اور سلب جزئی ایسی آیات کی موجودگی میں درست تسلیم ہوگا۔ بجز اس صورت کے کہ وعدوں کا ایفاء خدا تعالیٰ کے علم کے موافق تسلیم کریں۔

اب میں محمدی بیگم کے نکاح کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔ حضرت مرزا صاحب کو عورتوں کی کچھ کمی نہ تھی اگر آپ چاہتے تو ہزاروں عورتیں آپ سے نکاح کے لیے آپ کے مریدوں سے تیار تھیں۔ محمدی بیگم کے نکاح کے متعلق جو تحریک تھی یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھی۔ پیشگوئی کے دو حصے تھے ایک یہ کہ اگر احمد بیگ ہوشیارپوری اپنی لڑکی کا نکاح کر دے تو اُسے برکت ملیگی اگر نہ کرے تو بجائے برکت کے نحوست اور مصیبت اور جہاں نکاح کر دے روز نکاح سے احمد بیگ تین سال کے اندر مر جائے گا۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ احمد بیگ نے نکاح کر دیا۔ جواب ملتا ہے کہ نہیں۔ پھر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا احمد بیگ پیشگوئی کے مطابق روز نکاح سے تین سال کے اندر بلکہ روز نکاح سے چار ماہ تک فوت نہیں ہو گیا۔ اگر فوت

ہوگیا اور پیشگوئی کے مطابق فوت ہوگیا تو مخالفین کیوں اسکا ذکر نہیں کرتے کیا اس نشان کو چھپانا انصاف کا خون نہیں۔ باقی رہا پیشگوئی کا دوسرا حصہ احمد بیگ کا داماد کیوں نہیں مرا اور اسکے مرنے سے پھر محمدی بیگم کیوں نکاح میں نہیں آئی۔ اسکے جواب میں یہ عرض ہے کہ الہام ایتہا المرئۃ توبی توبی فان البلاء علی عقبک۔ میں شرط توبہ پیش کرکے بتادیا کہ توبہ اور رجوع سے فائدہ اٹھا کر داماد احمد بیگ اس وعید سے جو اسکے متعلق پیش کیا گیا ٹل سکتا ہے۔ اب دوسری طرف احمد بیگ کی موت کے بعد اس کے اقارب اور رشتہ داروں نے اپنے اندر جو تبدیلی کی اور تضرع اور تذلل کے ساتھ حضرت مرزا صاحب کی خدمت اقدس میں خطوط لکھے اور ایسا ہی داماد احمد بیگ کے اس خط سے کہ جسکا لتشحیذ الاذہان میں عکس بھی شائع ہوچکا ہے ظاہر ہے کہ ان میں وہ شوخی اور گستاخی جو عذاب کو چاہتی ہے دوسری حالت سے بدل گئی اور اس سے وعید کے ٹل جانے کے ساتھ وعدہ نکاح بھی جو مشروط بوقوع وعید تھا ٹل گیا۔ اب بات تو بالکل صاف اور سیدھی ہے کہ واقعات الہامی الفاظ کے مطابق ظہور میں آکر الہام کے مصدق ہوگئے نہ مکذب۔ باقی رہا حضرت مرزا صاحب کا بوجہ اس ایمان کے جو آپ کو بھی اور الہام الٰہی پر تھا اپنے اجتہاد کے مطابق کچھ لکھنا اور کہنا سو وہ آپکے اجتہادات میں داخل ہے نہ الہامات میں اور اجتہاد میں غلطی بھی ہوجاتی ہے جیسے کہ بعض نبیوں سے بھی سرزد ہوئی مثال کے طور پر حضرت نوح کو لو کہ جنہوں نے اجتہادی غلطی کی بناء پر بیٹے کو غرق ہوتے ہوئے دیکھ کر رب ان ابنی من اھلی وان وعدک الحق الفاظ بول دیئے۔ اور ایک طرف خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ کہ میں تیرے اہل کو بھی کشتی کے ذریعہ بچاؤں گا مدنظر رکھ کر دوسری طرف اپنے بیٹے کا غرق ہونا خلاف وعدہ سمجھ کر ان وعدک الحق کے فقرہ سے خدا تعالیٰ کے حضور وعدہ پیش کیا

جس کے جواب میں انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح فرما کر نوحؑ کو
اسکی اجتہادی غلطی پر متنبہ کر دیا گیا۔ اسی طرح آنحضرت اور دوسرے نبیوں
میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ ان سے اجتہادی غلطی وقوع میں آئی۔
باقی رہا عبدالحکیم کے بالمقابل عمر کے بڑھنے کا الہام۔ سو وہ الہام ڈاکٹر مرتد کو جھوٹا
ثابت کرنے کی غرض سے تھا اس طرح پر کہ جب پہلے ڈاکٹر نے حضرت مرزا صاحب کی موت
کے لیے تین سال کی پیشگوئی کی اور پھر اسے چودہ ماہ والی پیشگوئی سے منسوخ
کر دیا تو اب اگر ڈاکٹر مذکور اس پیشگوئی پر قائم رہتا تو خدا تعالیٰ ضرور ہی ڈاکٹر کی
اس پیشگوئی کو حضرت مرزا صاحب کی عمر کو اس چودہ ماہ کی میعاد سے بڑھا کر
جھوٹا ثابت کرتا لیکن جب اس نے چودہ ماہ والی پیشگوئی کو خود ہی اپنی تیسری پیشگوئی
سے جو اس نے "۴ر اگست کو" والی مقررہ تاریخ سے شائع کی منسوخ کر دیا
تو اب اس صورت میں اس ۱۴ ماہ والی پیشگوئی کے بالمقابل عمر کا بڑھا دینا اسکے
جھوٹا ثابت ہونے کے لیے مفید نہ ہو سکتا تھا۔ اسلیے کہ اس نے ۱۴ ماہ والی پیش
گوئی کی جگہ تیسری پیشگوئی کو خود ہی قائم کر کے ۱۴ ماہ والی پیشگوئی کو منسوخ
کر دیا۔ اور بالآخر اس کی ۴ر اگست والی پیشگوئی حضرت مسیح موعود کے ۲۶
مئی کی تاریخ میں وفات پانے سے جھوٹی نکلی۔ اور حضرت مرزا صاحب کا الہام
جو ڈاکٹر کے متعلق تھا اسکے یہ الفاظ کہ "اب فرق بین صادق و کاذب"
صاف بتا رہے ہیں کہ صدق اور کذب کی پرکھ کے لحاظ سے پیشگوئی تھی جو
اپنے نتیجہ سے صاف طور پر ظہور میں آگئی کہ حضرت مرزا صاحب اپنی وحی کی رو
سے جو رسالہ الوصیت میں شائع ہوی فوت ہوے نہ ڈاکٹر کی کسی پیشگوئی
کی زد کے نیچے۔ پھر علاوہ اسکے برکات سماویہ اور تائیدات الٰہیہ اور ترقی سلسلہ
کے لحاظ سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں سچے ثابت ہیں
اور حضرت مرزا صاحب کی جماعت اگر وفات کے موقعہ پر چار لاکھ کے قریب تھی تو
آج نو دس لاکھ کے قریب ہے لیکن مرتد ڈاکٹر باوجود دیکھ لینے کے بھی مرسل من اللہ

ہونے کا دعویٰ تھا حضرت مرزا صاحب کے بالمقابل کیسی ذلت اور ناکامی اور نامرادی کے ساتھ رہا اور زندہ رہا تو ذلت اور ناکامی میں اور مرا تو بھی ذلت اور ناکامی میں مرا۔

باقی رہی حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی جو اپنے مصلح موعود بیٹے کے متعلق تھی سو اسکے متعلق حضرت صاحب کا سبز اشتہار پڑھ لیں کہ حضور نے وہاں کھلے الفاظ میں فرمایا ہے کہ وہ مصلح موعود حضرت میاں صاحب جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد ہیں جو اج مذکہ کے فضل سے حضرت مرزا صاحب کے خلیفہ ثانی بھی ہیں۔

رہ گیا حج کے متعلق اعتراض سو اول تو مسیح موعود کے حج کے معنوں کو سمجھنے کے لیے کتاب مجمع بحار الانوار کو ملاحظہ فرمائیے۔ جہاں لغت طواف میں لکھا ہے کہ مسیح موعود اور دجال کے طواف کعبہ کے یہ معنے ہیں کہ دجال اسلام میں رخنہ ڈالنے کے لیے اسکے گرد چکر لگائے گا اور مسیح موعود اسلام کی حفاظت کے لیے اسکے گرد چکر لگائے گا جیسے مکانوں کے گرد چور اور چوکیدار دونو کا چکر اپنی اپنی غرض کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔ علاوہ اسکے قرآن کریم میں حج کے لیے استطاعت کی شرط کو پیش کیا ہے اور استطاعت میں زاد راہ۔ امن راہ اور صحت بدن داخل ہے۔ اب ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو امن راہ حاصل نہ تھا۔ بلکہ پنجاب کے بعض سفروں سے ظاہر ہے کہ مخالفین نے باوجود انگریزوں کی پر امن حکومت کے آپ کے لیے امرتسر، دہلی اور سیالکوٹ میں اینٹوں اور پتھروں کے پھینکنے سے ان شہروں کے سفر کو مشکل کر دیا تو مکہ اور مدینہ میں آپ کا جانا کیسا مشکل ہوتا خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ آپ کے لیے خود مکہ سے فتوے کفر اور قتل کے منگائے گئے۔ حالانکہ امن راہ وہ شرط ہے کہ جس کے نہ ہونے سے آنحضرت صلح حدیبیہ کر کے بلا عمرہ کرنے کے واپس تشریف لے آئے علاوہ اسکے حضرت مرزا صاحب کی طرف سے اپنی

وفات کے بعد حج کرایا بھی گیا کیا ان صورتوں کے ہوتے ہوئے پھر بھی اپکے حج کے متعلق اعتراض کیا جا سکتا ہے +

اور آنحضرت کے مقبرہ میں دفن ہونا سو اسکے جواب میں کل مفصل طور پر عرض کر دیا گیا۔ کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں اور حضرت مرزا صاحب آنحضرت کی برزخی قبر میں آپ کے ساتھ ہیں کیونکہ مومن کی قبر کے متعلق لکھا ہے القبر روضۃ من ریاض الجنۃ اور جنت کے متعلق قرآن میں عرضہا السموات والارض لکھا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت نے ایک طرف موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور دوسری طرف شب معراج کو حضرت موسیٰ سے آسمان پر باتیں کیں پس حضرت مرزا صاحب آنحضرت کی ایسی قبر میں بیشک انکی معیت میں ہیں۔ پھر قبر یعنے مقبرہ کے لحاظ سے حضرت مرزا صاحب کی قبر آنحضرت کے مقبرہ کے باہر نہیں کیونکہ حضرت مرزا صاحب کا مقبرہ اسلامی مقبرہ ہونے کی حیثیت میں آنحضرت کا ہی مقبرہ ہے +

ہاں آپ کا نقشہ سو خدا آپ کا بھلا کرے کہ نقشہ بنا کر دکھا دیا اب ناظرین اس نقشہ سے آپ کے مغالطہ کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ آپ کا یہ قول کہ مسیح حضرت ابوبکر اور عمر کی قبر کے درمیان دفن کیے جائیں گے کہاں تک درست ہے کہاں حضرت ابوبکر اور عمر کی قبر کا درمیان اور کہاں قبر مسیح کا نقشہ جو درمیان سے بالکل الگ پڑا ہے۔ سو خوب ہوا کہ آپ نے نقشہ دکھا کر حاضرین کو اپنی مغالطہ دہی پر مطلع کر دیا۔ فالحمد علی ذالک +

اور یہ اعتراض کہ جب نکاح آسمان پر پڑھا گیا تو پھر فسخ کیونکر ہو گیا۔ اس کے جواب میں یہ عرض ہے کہ لفظ زوجنا کہا جو نکاح کی پیشگوئی کے معنوں میں ہے وہ آئندہ کے متعلق پیش گوئی ہے اور آسمان پر نکاح پڑھے جانے کے بھی یہی معنے ہیں کہ آسمانی حکومت کی طرف سے تو بی لو بی کے شرطی الہام کے ساتھ نکاح کی پیشگوئی کی گئی جو شرط کے مطابق ظہور میں آگئی اور جب ایفاء

عہ باب صفۃ القیامۃ ترمذی

شرط سے وعید ٹل گیا تو وعدہ جو مشروط بوقوع وعید تھا وہ بھی بحکم اذا فات الشرط فات المشروط ٹل گیا اور وعید کا ٹلنا قرآن سے ثابت ہے جیسا کہ یونس علیہ السلام کی قوم سے ٹل گیا +

نوٹ۔ مدعی کی حیثیت میں آخری تقریر مولوی غلام رسول صاحب راجیکے کی تھی لیکن جب آپ نے جواب دینا شروع کیا اور ابھی حج کا ثبوت دے ہی رہے تھے کہ لوگ مولوی ابراہیم کے ایماء سے اٹھ کھڑے ہوئے اور شور و غوغا شروع کر دیا اور پھر معاً جلسہ کو منتشر کر دینے کے لیئے توجہ دلائی گئی اسلیے مجبوراً احمدی اصحاب بھی مع مولوی صاحب مسجد سے اپنے مکان پر آ گئے۔ اور بحمد اللہ حقیقی کامیابی اور خوشدلی کے ساتھ واپس آئے۔ ہمارے لیے یہ جلسہ بحث کئی وجوہ سے مفید ثابت ہوا +

(۱) اول اسلیے کہ چنیوٹ میں جیسا کہ اس موقعہ پر دو دن آرام کے ساتھ ہزار سے بھی زیادہ مجمع میں ہماری تبلیغ کھلے طور پر ہوئی۔ قبل ازیں اسکے لیے کبھی ایسا موقع نہیں ملا تھا۔ چنانچہ اس تبلیغ سے گھر گھر میں حضرت مسیح موعود کے تذکرے ہو رہے ہیں +

(۲) دوم اسلیئے کہ مسجد شاہی جو چنیوٹ کی مساجد سے خاص مسجد ہے اس موقع پر ہمیں ایسی مسجد میں بھی جانے اور وہاں تقریر کرنے کے لیے موقع ملا جو ایک احمدی کے لیے یہ پہلا موقع تھا +

(۳) سوم سلسلہ کی تائید میں بحث کے وقت اپنے مولوی صاحب کی تقریر سے ایسی ایسی صداقتیں سنیں جو ہمارے ایمان کے ازدیاد کا باعث ہوئیں +

(۴) چہارم قرآن و حدیث کے ایسے ایسے علمی دلائل اور نکات سُنے جن سے ہمارے علم میں ترقی ہوئی +

(۵) پنجم ہمارے غلبہ اور غالب رہنے کی شہادتیں علاوہ اپنی تمام جماعت کی متفقہ شہادت کے غیر احمدی معززین نے دیں۔ چنانچہ ایک صاحب

جو معزز عہدہ پر ہیں اور اچھے تعلیم یافتہ بھی ہیں وہ ہمارا پتا پوچھتے پوچھتے بعد مباحثہ کے ہمارے مکان پر آئے اور کہنے لگے کہ میں دونوں کے مباحثہ میں موجود تھا پھر انھوں نے کلمہ شہادت پڑھ کر کہا۔ کہ گو میں احمدی نہیں اور نہ میں احمدیانہ خیال ہوں۔ لیکن میں سچی گواہی کو چھپا نہیں سکتا اور خدا کو حاضر و ناظر جانکر گواہی دیتا ہوں کہ قرآن و حدیث اور علمی دلائل یہ احمدیوں کی طرف سے پیش کیے گئے اور دوسری طرف مقابلہ میں مداریوں اور شعبدہ بازوں کی سی چالاکیاں تھیں اور صرف چالاکی کی باتیں تھیں۔ پھر انھیں صاحب نے کہا کہ میں آپ کے پاس آنے سے پہلے ہی اپنے ایک دوست کو جو سیدوالہ میں ہے خط لکھ آیا ہوں اور اس میں اسی تمھاری بحث کا تذکرہ بھی لکھ آیا ہوں۔ میں نے اس میں اُسے یہ لکھا ہے کہ چنیوٹ میں مولوی غلام رسول صاحب راجیکی اور مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کا مباحثہ ہے! اور میں عین بحث کے وقت وہاں موجود تھا۔ جہانتک میری سمجھ اور عقل ہے مجھے دونوں مناظروں کے درمیان جو فرق نظر آیا ہے وہ یہ ہے کہ مولوی غلام رسول صاحب احمدی ہیں سے پندرہ آنے اور مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی روپیہ سے ایک آنہ ہیں گو اور بھی شہادتیں ہیں لیکن یہ ایک ہی شہادت جو ایک معزز شخص اور پھر غیر احمدی کی طرف سے ہے ہمارے لیے اس قدر مفید ہے کہ اگر مولوی ابراہیم کیطرف کے سارے آدمی بھی اسکے حق میں اسکے مفید مطلب شہادت دیں تو پھر بھی ان اکیلے کی شہادۃ کے سامنے ان سبکی شہادۃ ہیچ محض ہے۔ اسلیے کہ مولوی ابراہیم کی شہادت غیر احمدیوں کی طرف سے ہوگی جو اسکے ہم عقیدہ اور ہم مذہب ہیں اور ہمارے حق میں اس شخص کی شہادۃ ہے جو ہمارا ہم عقیدہ اور ہم مذہب نہیں اور نا ہی واقف اور آشنا۔ والفضل ماشہدت (۶) پھر ہماری تقریر کے سننے سے پہلے ہی انکا گریز کی راہ لینا یہ بھی خدا کے فضل سے ہمارے غلبہ اور انکی کمزوری اور شکست کی دلیل ہے +

مرسلہ خاکسار محمد حسین کلکتہ والہ حال وارد چنیوٹ +

سیرت خاتم النبیین

حصہ اول جغرافیہ۔ مختصر تاریخ عرب قبل اسلام اور تاریخ اسلام و سوانح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تا ہجرت عظمیٰ پر مشتمل ہے۔ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح عمری پڑھنے کا خاص شوق ہے گزشتہ بیس پچیس سال میں جو کتابیں اس مضمون پر شائع ہوئی ہیں وہ قریباً سبھی سب میں نے پڑھی ہیں۔ میں بلا کسی خوشامد کے یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ سیرت ان سب سے جامع اور محققانہ پیرایہ میں لکھی گئی ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی طبیعت اس قسم کی نہیں کہ وہ سنی سنائی چند کتابیں سامنے رکھ کر انکا خلاصہ اپنی عبارت میں لکھ لیں بلکہ ہر واقعہ کی مفصل تحقیق کر کے پھر اُسے حوالہ قلم کرتے ہیں مجھے اسبات کا افسوس ہے کہ صاحب موصوف نے اسبات کا التزام نہیں کیا کہ جس کتاب سے کوئی بات تاریخی اخذ کیگئی ہے اسکا نام اور حوالہ بقید صفحہ و سطر دیں پھر بھی جو کچھ ہے اس سے ظاہر ہے کہ متعدد روایات سے واقعہ کی اصلیت و صحیح کیفیت اور معاملہ کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کیگئی ہے جس میں پوری پوری کامیابی ہوئی ہے۔ بیان واقعات ایسے طرز پر ہوا ہے کہ منقادان یورپ کے اعتراضوں کا خود بخود جواب ہو گیا ہے بعض مباحث سے عمداً اعراض کیا گیا ہے تاہم لطیف اشارات سے ایک بالغ نظر پڑھنے والا بہت فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ صرف حضرت خاتم النبیین کی زندگی کے واقعات ہی نہیں بلکہ اس زمانہ کے مشاہیر صحابہ کے حالات بھی ساتھ ہی دیدیئے ہیں اور ایک طور پر اسلام کی تاریخ بھی ساتھ ساتھ ہی مضبوط ہوتی گئی ہے۔

ایک اور خصوصیت اس سیرت میں ہے جو میں یقین رکھتا ہوں کہ اور کسی سوانح عمری میں بہت کم پائی جاتی ہے وہ یہ کہ الفاظ سادہ اور عبارت سلیس ہے مگر تاہم فقرہ فقرہ ایک خاص اثر میں ڈوبا ہوا ہے کان تک پہنچتے ہی سیدھا دل میں اتر جاتا ہے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مؤلف سوانح کو کسقدر تعشق حضرت سید المعصومین رسول رب العالمین کی ذات ستودہ صفات سے ہے اور کتنا خلوص اس پاکیزہ قلب میں ہے جسکو ملائکہ نے اپنے ہاتھوں سے دھو کر تیار کیا ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ یہ سیرت ہر اس مسلم کے ہاتھ میں ہو جسے جناب ختمی مآب کی ذات بابرکات سے کچھ الفت ہے پھر یہ کتاب غیر مسلموں تک بھی پہنچائی جائے تا انھیں معلوم ہو کہ ایک ہی انسان کامل دنیا میں پیدا ہوا ہے جو عالمگیر مذہب کا لانے والا اور خدا اور بندہ کا درمیانی شفیع ہو سکتا ہے۔ یہی ایک قوموں کا نجات دہندہ ہے اور انسانیت کو دائرہ کمالات مقررہ تک پہنچانے والا۔ حسنات دنیا و آخری دلانے والا۔ جو اس نور سے روگرداں ہوا وہ

تحفۂ کبیر

مجتہد العصر صاحبان لکھنؤ وفات مسیح علیہ السلام کا اقرار کرتے ہیں

باسمہ سبحانہ

قال اللہ تبارک وتعالیٰ انی متوفیک ورافعک الی۔

آیت مذکورہ کے معنے ابن عباس اور وہب کے کلام سے وفات موت عیسیٰ کے معلوم ہوتے ہیں

باسمہ سبحانہ

سورۃ مائدہ میں زیر بیان قصہ حضرت عیسیٰؑ جو کلمہ فلما توفیتنی قرآن میں مذکور ہے۔ اس کے معنی اگرچہ بعض علماء نے وفات کے قرار دئے۔ مگر اگر موت کے معنے قرار دئے جائیں۔ تب بھی کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی۔ اسلئے کہ روایات صحیحہ میں ائمہ معصومین سے مروی ہے۔ کہ اس آیت میں اس مکالمہ کی حکایت کی گئی ہے جو حضرت عیسیٰ اور خدا کے درمیان میں ہوئی۔

حررہ اقل الطلبہ
سید کلب حسین

باسمہ سبحانہ ولہ الحمد

حضرت عیسیٰ کا قتل ہونا اور صلیب دیا جانا بنص قرآنی ثابت نہیں۔ اور یقیناً یہ دونوں اُمور آنجناب کے واسطے نہیں ہوئے۔ رہا وفات کا ہونا اور زندہ آسمان پر اُٹھا لیا جانا قرآن مجید سے زندہ اُٹھا لیا جانا آسمان پر یہ بھی ثابت نہیں۔ بل رفعہ اللہ الیہ کی کسی طرح سے دلالت اس امر پر نہیں ہے۔ کہ زندہ اُٹھا لئے گئے۔ رفعہ اللہ بمعنی قبضہ اللہ بھی آیا ہے۔ اور کتاب خصال میں امام جعفر صادق سے تفسیر آیہ خافضۃ رافعۃ میں وارد ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے:۔

خفضت واللہ باعداء اللہ الی النار ورفعت واللہ اولیاء اللہ الی الجنۃ اور زندہ اوٹھا لیا جانا اخبار احاد میں البتہ مذکور ہے۔ لیکن ظاہر نصوص قرآنی یہ ہے۔ کہ جناب عیسیٰ کو وفات ہوئی۔ جیسا کہ سورہ مائدہ میں ہے۔ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وفات بمعنی موت و اتمام حیوات دنیویہ اکثر آیات قرآنی میں آیا ہے۔ اور علاوہ موت کے نیند وغیرہ پر اطلاق وفات کا مجاز ہے۔ اور حقیقۃ اولی بالمجاز ہے۔ ہم کو موت حضرت عیسیٰ کے قائل ہونے میں کوئی ضرر ایمانی معلوم نہیں۔ اور نہ دوبارہ نزول آنجناب کا منافی موت ہے۔ زندہ ہو کر دوبارہ آنا مثل رجعت ائمہ ہدیٰ سلام اللہ علیہم اجمعین محال نہیں ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

الاحقر المذنب السید احمد عفی عنہ بقلمہ
۲۹ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

حضرت خلیفۃ المسیح کا مکتوب

اطمینان قلب کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔

اطمینان قلب کا نسخہ ضرور ہے۔ اور سینکڑوں انسان بلکہ بعض زمانوں میں ہزاروں لاکھوں انسانوں نے اس نسخہ کو استعمال کر کے اطمینان قلب حاصل کیا ہے۔ اطمینان قلب کے یہ معنے ہیں۔ کہ انسان کا دل کرب اور ہلاک ہونے کی فکر سے محفوظ ہو جاوے۔ یہ بات دنیا میں بہت کم لوگوں کو میسر ہوتی ہے۔ اور جو لوگ عموماً اس کے مدعی ہیں۔ ان کو بالعموم حقیقی اطمینان میسر نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ مصائب اور مشکلات کی حس کو کھو بیٹھتے ہیں۔ اور ان کی مثال بالکل اس بچہ کی طرح ہوتی ہے۔ جو بوجہ صغر سنی اپنی ماں کی لاش سے لپٹ لپٹ کر اس کو جگاتا اور اس کی خاموشی کو ہنسی سمجھ کر کھل کھلا کر ہنس پڑتا ہے۔ حقیقی اطمینان وہی ہوتا ہے۔ جو اپنے ساتھ دلائل اور وجوہ بھی رکھتا ہو۔ جیسے ایک بیماری والے علاقہ میں دو شخص جائیں۔ اور دونوں مطمئن ہوں۔ ایک اس جہالت کی وجہ سے کہ جو کچھ ہوتا ہے۔ جو لکھا ہے وہ ہو رہیگا۔ بیماری ایک کی دوسرے کو کس طرح لگ سکتی ہے۔ اور دوسرا اس لئے کہ اس نے بیماری کا یقینی ٹیکا کروایا ہوا ہے۔ جس کے متعلق لاکھوں بار تجربہ ہو چکا ہے۔ کہ اس کے بعد ایک خاص مدت تک وہ بیماری نہیں ہو سکتی۔ یہ دونو کو مطمئن نظر آوینگے۔ لیکن ایک کا اطمینان درحقیقت اطمینان نہیں۔ بلکہ اس کی ہلاکت کا ذریعہ ہے۔ اور دوسرے کا اطمینان ثابت شدہ حقایق پر مبنی ہے۔ پس اطمینان بھی دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک جھوٹا ایک سچا۔ اور حاصل کرنے کے قابل وہی اطمینان ہے۔ جو سچا ہو۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی انسان خواہ کتنا ہی بڑا ہو۔ مذہبی لیڈر ہو۔ یا سیاسی مدبر۔ یا کوئی سائنس کا ماہر یا موجد تکالیف سے محفوظ نہیں۔ نبوت کا دعویٰ کرنے والے لوگ بھی تکالیف سے محفوظ نہیں رہے۔ بادشاہ بھی تکالیف سے محفوظ نہیں ہوتے اور اطمینان قلب پر جسمانی حالات کا خاص اثر ہوتا ہے۔ پس یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اطمینان قلب

کیونکر متیسر ہو سکتا ہے۔ میرے نزدیک باوجود اس امر کے کہ تکالیف ظاہری سے کوئی انسان بھی محفوظ نہیں اطمینان قلب حاصل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ دل کو مضطرب کر ڈالنے والا جسمانی دکھ نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے نتائج کا خوف ہوتا ہے۔ جس تکلیف کی نسبت انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ یہ میری ترقی کا باعث ہوگی۔ اس سے وہ مضطرب نہیں ہوتا۔ ہر ایک ذمہ داری کا کام تکلیف کا موجب ہوتا ہے۔ لیکن جو لوگ اپنی ذہنی اور دماغی قابلیتوں پر نازاں ہوتے ہیں۔ وہ ایسے کاموں کے حصول کے لئے خود کوشش کرتے ہیں۔ اور ان کے سرانجام کرنے میں جو مشکلات پیش آویں۔ ان سے ان کا دل گھبراتا نہیں۔ پس اطمینان قلب ہر ایک تکلیف اور دکھ سے دُور نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہی تکالیف اور دکھ اس کے دُور کرنے کے موجب ہوتے ہیں۔ جس سے انسان اپنی ہلاکت کا یقین کر لیتا ہے۔ یا جو بے فائدہ اور بے نتیجہ ہوں۔ اور جس تکلیف یا دکھ یا رنج کی نسبت انسان کو کسی طرح یہ یقین ہو جاوے۔ کہ وہ اس کے لئے مفید نتائج کا پیدا کرنے والا ہوگا اور اس کی ترقی کا باعث ہوگا۔ ان سے وہ ہرگز گھبراتا نہیں۔ بلکہ ان کے آنے پر اس کا دل اور بھی مضبوط ہو جاتا ہے۔ اگر انسان کو ساری عمر ایسی ہی مشکلات پیش آویں۔ جن میں وہ اپنی کامیابی کا راز مضمر دیکھے۔ اور ان کے ذریعہ سے عظیم الشان فوائد پہنچنے کی اسے امید ہو۔ تو وہ کبھی بھی غیر مطمئن نہیں رہ سکتا۔ غیر مطمئن صرف اسی صورت میں ہوتا ہے۔ جب اپنے انجام کی نسبت یقین نہ ہو کہ کیا ہوگا۔ یا یہ کہ اسے شبہ ہو۔ کہ میں نے اپنے کام کو سمجھا ہی نہیں۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ باوجود سخت تکالیف اور مشکلات کے اللہ تعالےٰ کے بعض بندے نہایت خوش و خرم رہتے ہیں۔ اور ان کا چہرہ ہی نہیں۔ ان کا دل بھی یقین اور اطمینان سے پُر ہوتا ہے۔ اور وہ علےٰ وجہ البصیرۃ خوشی اور اطمینان اپنے اندر پاتے ہیں نہ کہ جہالت کی وجہ سے۔

اس کی وجہ یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ اس منبع فیوض کو پا لیتے ہیں۔ جس کے ہاتھ میں اس جہان کا ذرہ ذرہ ہے۔ اور جو تمام مشکلات کے حل کرنے کی کلید ہے۔ اور صرف دور سے اس کی زیارت نہیں کرتے۔ ان کو وہ طریق مل جاتا ہے۔ جس سے وہ اس کی رضا حاصل کر لیتے ہیں۔ اور اس کی محبت کو کھینچ لیتے ہیں۔ تب کوئی مشکل ان کو نہیں گھبراتی اور کوئی تکلیف ہراساں نہیں کرتی۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ اس تمام کائنات پر اللہ تعالےٰ کا قبضہ ہے۔ اور جب وہ ہم

سے محبت رکھتا ہے۔ جب اس کے ہو گئے ہیں۔ تو یہ تکالیف اور دکھ ہماری تباہی کا موجب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ کون پسند کرتا ہے۔ کہ جس سے اسے محبت ہو۔ اسے ہلاک ہونے ... دیکھے۔ بے شک وہ علی العموم قانون عدالت میں دخل نہیں دیتا۔ جو دنیا کو اس نے چھوڑ رکھا ہے۔ کہ وہ خود اپنے لئے نجات کا راستہ تلاش کرے۔ لیکن ہر ایک چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ وہ اپنے پیاروں کو نہیں چھوڑ سکتا۔ کہ وہ یونہی ہلاک ہو جاویں۔ اور ان کے ساتھ بھی اسی قسم کا سلوک ہو۔ جس قسم کا سلوک اس کے دشمنوں یا اس سے غافلوں سے ہوتا ہے۔ تب ہر ایک ایسے موقع پر کہ اس کے ان بندوں کی اپنی طاقت مصائب کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہوتی ہے۔ وہ اپنے فضل سے اپنی مدد بھیجتا ہے۔ اور ان کو بچاتا ہے۔ اور جن بندوں کو وہ بعض خاص اسباب سے جن کی تفصیل بیان کرنا۔ اس جگہ موجب طویل ہوگا۔ ابتلاء میں ہی پڑا رہنے دینا پسند کرتا ہے۔ ان کو اپنی قدرت کاملہ سے وہ یقین اور معرفت عطا فرماتا ہے۔ جس کے بعد کوئی شک اور شبہ نہیں رہ سکتا۔ اور جس سے ان کو معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ یہ تکالیف ایک دوسرے رنگ میں ان کے لئے عظیم الشان برکات کا موجب ہونے والی ہیں۔ اور یہ سب کچھ ظن اور گمان سے نہیں ہوتا۔ بلکہ یقین کے مرتبہ پر پہنچی ہوئی بات ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو آپ سمجھ سکتے ہیں کس طرح دکھ ہو سکتا ہے۔ ان کا دل ایک مضبوط چٹان کی طرح ہوتا ہے۔ جسے کوئی چیز ہلا نہیں سکتی۔ وہ دنیا کے مشکلات کو ایک محقرانہ تبسم کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ اور اس کے تغیرات ان کے دل پر کچھ بھی اثر نہیں ڈال سکتے۔ ان کو دکھ سکھ سے زیادہ ہوتے ہیں۔ تا خدا تعالیٰ ان کے دل کی مضبوطی کو دنیا پر ظاہر کرے۔ اور اپنی قوت کا اظہار کرے۔ مگر وہ دکھ ان کے دل کو مضطرب نہیں کرتے۔ ان کی تکالیف ظاہری ہوتی ہیں۔ اور ان کا دل اندر سے خوش ہوتا ہے۔ اور جو دکھ ان کو پہنچتے بھی ہیں۔ وہ بالعموم لوگوں کی خاطر ہوتے ہیں۔ اور جو دکھ انسان دوسرے کے لئے اٹھاتا ہے۔ وہ خود ایک خوشی اپنے اندر رکھتا ہے۔ پس ان کی خوشی دُہری ہوتی ہے۔ ایک اس خیال سے کہ وہ سب بوجھ دوسروں کے لئے اٹھاتے ہیں۔ اور ایک اس یقین سے کہ ہم بالکل محفوظ ہیں۔ کوئی طاقت بھی مٹا نہیں سکتی۔

اس رنگ کے بندوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ عجیب عجیب طرح مطمئن کرتا ہے۔ اور ان کے

یقین کو بڑھاتا ہے۔ میں ایک اپنا ہی واقعہ لکھتا ہوں۔ چند ماہ ہوئے۔ ایک خط کسی شخص نے لکھا۔ کہ فلاں ڈاکٹر عراق میں مارا گیا ہے۔ اس وقت اسکی طرف چنداں التفات نہ کیا گیا تھا۔ کیونکہ اس کے اپنے خطوط قریب ہی عرصہ میں مل چکے تھے۔ لیکن اس کے بعد مختلف رپورٹوں سے یہی معلوم ہوا۔ کہ وہ مارا گیا ہے۔ اور گورنمنٹ نے بھی خبر دی کہ مارا گیا ہے۔ جب یہ خطوط مجھے پہنچے۔ اور ساتھ ہی میڈیکل سکول میں جو احمدی طالب علم پڑھتے ہیں۔ ان کے خطوط ملے۔ کہ اس خبر کو پڑھ کر ہمیں اس قدر صدمہ ہوا ہے۔ کہ ہم پڑھائی چھوڑنے کو تیار ہیں۔ کیونکہ وہ ڈاکٹر چند ماہ پہلے ہی کالج سے نکلا تھا اور بہت خوش اخلاق تھا۔ اور اس کی اچانک موت کا ان پر بہت اثر تھا۔ ان اخبار سے میرے دل کو تکلیف ہوئی۔ اور میرے دل پر ایک بوجھ محسوس ہوا۔ کہ وہ نیک بچہ اس طرح اچانک مر گیا۔ اور اس لئے بھی کہ اس کے والدین بوڑھے تھے۔ اور ان کا وہ ایک ہی بچہ تھا۔ اور وہ نہایت مخلص تھے۔ اس پر میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی۔ کہ اگر وہ زندہ رہتا۔ تو کیا اچھا ہوتا۔ میں اسی خیال میں سو گیا۔ اور مجھے اسی وقت تسلی دلائی گئی۔ کہ سب کو غلطی لگی ہے۔ وہ زندہ ہے۔ چنانچہ میں نے دیکھا ایک شخص ان کے گھر سے آیا ہے۔ اور آکر کہتا ہے کہ یہ خبر بالکل غلط ہے۔ وہ زندہ بوجود ہے۔ جب میری آنکھ کھلی تو میرے دل کو اطمینان ہو گیا۔ اور میں نے بعض دوستوں کو یہ خواب سنا دی۔ اور انہوں نے اس کے ایک رشتہ دار کے بھائی کو بھی اطلاع دی۔ کہ انہوں نے اس قسم کا خواب دیکھا ہے۔ اس رؤیا کے بعد میرے دل کو اطمینان ہو گیا۔ مگر یہ نہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ مردہ کیونکر زندہ ہوگا۔ کوئی بارہ دن گذرنے پر اس ڈاکٹر کا ایک رشتہ دار اپنے وطن سے آیا۔ اور اس نے سنایا۔ کہ تین چار دن ہوئے۔ اس ڈاکٹر کی طرف سے تار آیا ہے۔ کہ میں زندہ ہوں گھبراؤ نہیں بعد کے خطوط سے معلوم ہوا۔ کہ جنگ میں دھوکے سے اس کو مردہ سمجھ لیا گیا ہے۔ اسے بندہ قید کر کے لے گئے تھے۔ اور ایک عرصہ تک ان کے پاس قید رہنے کے بعد وہ کسی بہانہ سے جاگ کر ان کے پاس سے نکل آیا ہے

یہ صرف ایک طریق نہیں۔ بیسیوں طریق ہیں جن سے وہ ہستی اپنے سچے مخلصوں کو اطمینان دلاتی ہے۔ اور ان کی زندگیاں خوشی کی زندگیاں ہوتی ہیں۔ ہر ایک مشکل ان کے ایمان کی ترقی کا موجب ہوتی ہے۔ اور ان کے دل کو اور زیادہ مطمئن کر دیتی ہے۔ کیونکہ وہ اپنے محافظ کی

طاقت اور قدرت کا ایک اور ثبوت دیکھ لیتے ہیں۔

غرض اطمینان قلب کے حصول کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے۔ کہ انسان کا اس ہستی سے تعلق پیدا ہو جاوے۔ جو ان تمام اسباب کی مالک اور خالق ہے۔ جن کے تغیرات سے انسان کو نقصان اور تکلیف پہنچ سکتی ہے۔ اور اس کے سوا اور کوئی طریق نہیں۔ کیونکہ دنیا کے تغیرات اتنی اقسام کے اور اس نوعیت کے ہیں کہ کوئی انسان خواہ کتنا بڑا اور کتنا عالم ہو۔ ان پر قابو نہیں رکھتا۔ بلکہ پورے طور پر ان کا علم بھی نہیں رکھتا۔ اس لئے نہ خود اطمینان حاصل کر سکتا ہے نہ دوسرے کو اطمینان دے سکتا ہے۔ نہ مال موجب اطمینان ہو سکتا ہے نہ عزت نہ حکومت نہ علم نہ فہم۔ یہ سب اشیاء محدود ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھ نئے ابتلاء لاتی ہے۔ اور اگر ان کے ذریعہ سے ایک سکھ حاصل ہو۔ تو ایک دکھ کا پہلو بھی نکل آتا ہے۔

اب یہ سوال رہ جاتا ہے۔ کہ اس مرتبہ کو انسان کس طرح حاصل کرے۔ اور کس طرح اس ذات پر یقین حاصل کرے۔ اور پھر اس سے قرب حاصل کر کے اطمینان پائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرب کے حصول کیلئے میرے نزدیک نہ صرف عقلاً بلکہ مشاہدہ ایک ہی راستہ کھلا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ انسان کو اسلامی تعلیم پر مطابق تفسیر حضرت مرزا صاحب علیہ السلام ایمان حاصل ہو اور وہ اس پر عامل ہو اور اس درجہ کے حصول کے لئے اول تو وہ دلائل اور براہین ہیں جو انسان کو یقین کے مرتبہ تک پہنچاتے ہیں اور دوسرا ذریعہ کسی واقف راہ کی صحبت ہے۔ جس کے قلبی اثر و دلی توجہ سے بہت سے مشکوک بلا دلائل ظاہری کے ہی دور ہو جاتے ہیں۔ جو شخص ان دونوں ذرائع کو سچے دل سے استعمال کرے۔ اسے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت جلد اسلام اور احمدیت کی صداقت معلوم ہو سکتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پر عقلی طور پر یقین حاصل ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد اسے عملاً اسلامی ہدایات پر عمل کر کے اس مقام کے حصول کی کوشش کرنی ہو گی جس پر پہنچ کر انسان آگ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور ایک حد تک اطمینان حاصل کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت ہی سہل الحصول رکھا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ میں نے آپ کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھا ہے یا نہیں۔ اگر آپ کو کوئی اور امر دریافت کرنا ہو۔ تو بخوشی دریافت کر سکتے ہیں۔

خاکسار مرزا محمود احمد

اعتراضِ مخالف

حدیث شریف میں آیا ہے۔ جو ولد کی نسبت میری طرف کرتا ہے۔ وہ مجھے گالی دیتا ہے۔ اب چونکہ خدا تعالےٰ کو گالیاں دینا کفر ہے۔ اور مرزا صاحب کا الہام ہے۔ انت منی بمنزلۃ ولدی اس لئے بموجب اس حدیث کے وہ خدا کو گالی دینے والے ہوئے اور کافر ۔

الجواب یہاں کسی بندے نے ولد کی نسبت خدا کی طرف نہیں کی۔ بلکہ خدا نے خود ہی کی۔ وہ لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون ۔ اور یہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ حدیث قدسی میں کنت رجلہ التی یمشی بھا فرماتا ہے۔ یعنی میں (خدا) اس بندے کے پاؤں بن جاتا ہوں۔ حالانکہ خدا کو بندے کے پاؤں بنانا صریح کفر ہے ۔

نظم

حافظ سلیم احمد صاحب اٹاوی

رہِ حق آ کے احمدؑ نے بتا دی — مریضانِ ضلالت کو شفا دی
جہاں سویا پڑا تھا بے خبر تھا — دلوں سے یادِ مولا تھی بھلا دی
یکایک آئی اک آواز ایسی — کہ جس نے سوتی دُنیا بھی جگا دی
ہدایت کے لئے بندوں کے اپنے — مرے مولا نے بھیجا ایک ہادیؑ
خدا کا نُور اک بستی میں اُترا — جسے اکثر کہا کرتے ہیں قادیؑ
مسیحِ وقت کو خالق نے بھیجا — ملائک نے جہاں میں کی منادی
ہوئے سب دشمنانِ دین رُسوا — خدائے پاک نے سب کو سزا دی
مریض لادوا کہتے تھے جن کو — مسیحا نے انہیں آکر دوا دی
ہزاروں سال کے مُردے جلائے — دلوں کو نور سے اس نے جلا دی
جہاں میں ہر جگہ تبلیغِ حق کی — نہ چھوڑا کوئی جز گل اور نہ وادی
برادر تم اسے مانو نہ مانو — کہ جو حق بات تھی ہم نے سُنا دی
لگن میں مست ہیں عشقِ نبی کی — ہمیں ساقی نے کچھ ایسی پلا دی
خدا کا خوف کر اے بھائی حافظ — تذکر یا اخی یوم التنادی

مقوّی بے نظیر یہ گولیاں ہیں جن کے اجزاء مسلّمہ طور پر مقوّی اعصاب و مقوّی اعضائے رئیسہ ہیں۔ چند معززین نے انہیں تجربہ کرکے نہایت مفید پایا ہے۔ قیمت ۲۴ گولیاں دو روپے علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ:۔ حکیم امیر احمد قریشی قادیان

رسالہ مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی یہ رسالہ دوبارہ بہ ترمیم و اضافہ چھاپا گیا ہے اور مرزا سلطان محمد کے خط کا عکس بھی زیادہ عمدگی سے دیا گیا ہے احباب کو چاہیئے کہ ۳۰ فی جلد کے حساب جلد منگوالیں ورنہ اڈیشن ختم ہو جائے گا۔ ملنے کا پتہ:۔ ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی تاجر کتب قادیان

مرہم عیسیٰ یہ مرہم ہر قسم کے زخموں جلدی بیماریوں پھوڑے پھنسیوں۔ خنازیر۔ خارش۔ بواسیر کا علاج ہے اور بہت مشہور ہے فی ڈبیہ خورد ۱۲ ر ملنے کا پتہ:۔ تشحیذ قادیان

نغمۂ اکمل مکمل نغمۂ اکمل چاروں حصے کئی ایک نظموں کے اضافہ کے ساتھ مکمل کرکے برادر محمد یمین صاحب تاجر کتب نے چھپوایا ہے تقطیع درثمین والی اور کاغذ عمدہ چھپوائی اچھی۔ لکھائی اعلیٰ۔ جن دوستوں کو میرے کلام کے ساتھ تعلق قدردانی ہے ان کی خدمت میں عرض ہے کہ نہ صرف خود منگائیں بلکہ دوسرے دوستوں کو بھی تحریک فرمائیں برادر محمد یمین نے اس کے لئے بہت سا خرچ کیا ہے اس لئے یہ نغمہ جلد نکل جانا چاہیئے ابھی تک احباب نے بہت کم توجہ کی ہے قیمت فی جلد ۱۲ ر ہے

ماہ مارچ کا تشحیذ ماہ مارچ کے تشحیذ میں نبوت پر ایک مباحثہ چھپے گا۔ گویا ہمارے اور مخالفین کے دلائل کا انتخاب ہوگا قرآن و حدیث سے مکمل تحقیقات کا مجموعہ۔ زائد کاپیوں کے آرڈر آئیں

یہ رسالہ ہر مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان سے نکلتا ہے

ڈاکٹر برمن کی بنائی ہوئی سنہ ۱۹۳۱ء کی کاوری جنتری نہایت خوبصورت اعلیٰ درجہ کے چکنے کاغذ پر چھپی ہے۔ اور بلا قیمت و محصول ڈاک قدر دانوں کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ پر دس متفرق جگہ کے لکھے پڑھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھکر بھیجدیجئے جنتری بواپسی ڈاک آپکی خدمت میں روانہ کر دی جائے گی۔

نمبر

تفصیل ادویات مع قیمت

نام دوا	قیمت	نام دوا	قیمت	نام دوا	قیمت
عرق کافور	۶ر	داد کا مرہم	۶ر	کلوروڈائن (ہر دوا جن ۸ر)	۸ر
دمہ کی دوا	۸ر عہ	زخم کا مرہم	۸ر	لال شربت	۴ر
بخار کی دوا دکلاں	۴ر	زخم دھونے کی ٹکیا	۱۲ر	خارشت کھجلی کی دوا	۱۲ر
بخار کی دوا دخوردں	۱۰ر	مقوی باہ کی گولیاں	۱۴ر عہ	امراض مستورات کی دوا	۸ر عہ
پرانی سوزش	عا	پرانے ملیریا یا بخار کی گولیاں	۱۰ر	امراض دندان	۸ر
گرمی	عا	بدہضمی و بدہضمی کے دست	۱۴ر عہ	پیپرمنٹ کاسٹ	۱۲ر
کولاٹانک	۱۴ر عہ	کونین کی ٹکیہ	۱۴ر	روغن پیپرمنٹ	۲ر عہ
گھیگہ کے کھانسی کی دوا	۴ر	سر درد کی دوا	۱۲ر	روغن ریٹڈی	۱۲ر
گھیگہ کے لگانے کی دوا	۶ر	جلاب کی گولیاں	۹ر	روغن صندل	۱۴ر
گھیگہ کا مرہم	۱۰ر	طاعون کی گولیاں (بڑی ڈبیہ)	۲ر عہ	روغن اجوائن	۸ر
پین ہیلر	۲ر عہ	طاعون کی گولیاں (چھوٹی ڈبیہ)	۱۲ر	روغن سونٹھ یا ادرک	۱۲ر
کھانسی کی دوا بڑی	۲ر عہ	سالسہ	عا	روغن سونف	۶ر
کھانسی کی دوا چھوٹی	۱۰ر	سپنی وائن	۸ر عہ	روغن دارچینی	۱۳ر
کان پہنکی دوا	۶ر	عرق پودینہ	۱۲ر	روغن لونگ	۸ر
		نمونہ کا بکس	عا ر	روغن لیمو	۶ر
				روغن الائچی	۱۲ر
				لیونڈر	۱۴ر
				تھرمامیٹر انگریزی اردو	۲ر عہ

المشتہر ڈاکٹر ایس کے برمن بوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ